بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سوِکس

9-10

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔
منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب سازی) حکومت پاکستان، اسلام آباد۔
موجب مراسلہ نمبر: F-13-212005-55 بتاریخ 12 مارچ 2005ء
تیار کردہ: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور۔
اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپر، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فہرست مضامین

حصّہ اوّل

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
1-	علم شہریت کا تعارف	1
2-	افراد کے روابط	6
3-	ریاست	15
4-	حکومت	21
5-	شہری اور شہریت	35

حصّہ دوم

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
6-	حقوق و فرائض	40
7-	نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان	48
8-	پاکستان میں آئینی ارتقاء	60
9-	پاکستان میں مقامی حکومت	68
10-	پاکستان اور اس کے ہمسایہ ممالک	73
11-	معروضی سوالات	79

مصنفین : ☆ پروفیسر ڈاکٹر سلطان خان ☆ پروفیسر حلیمہ ناز آفریدی ☆ پروفیسر رحمٰن اللہ چوہدری
ایڈیٹرز : ☆ مسز شفقت افتخار ☆ مہر صفدر ولید
آرٹسٹ و گرافک ڈیزائنر: رضاء الرحمان کمپوزنگ و لے آؤٹ: زاہد الیاس، حافظ انعام الحق

ناشر: مطبع:

باب 1 علم شہریت کا تعارف
(INTRODUCTION TO CIVICS)

مفہوم (Meaning)

علم شہریت کے لیے مدنیت یا سوکس(Civics) کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مدنیت کا لفظ مدینہ سے نکلا ہے جس کے معنی شہر کے ہیں۔ سوکس لاطینی زبان کے الفاظ سوس(Civis) اور سویٹاس(Civitas) سے ماخوذ ہے جن کے معنی شہر اور شہری کے ہیں۔ پس شہریت، مدنیت یا سوکس ایسا علم ہے جو شہر اور شہری کی سرگرمیوں کی وضاحت کرتا ہے۔

قدیم یونان چھوٹی چھوٹی شہری ریاستوں (City States) میں منقسم تھا۔ ہر شہری ریاست اپنے ریاستی امور میں خود کفیل تھی۔ قدیم شہری ریاست موجودہ دور کی ریاست کی طرح اپنا آئین رکھتی تھی جس کے مطابق حکومت کا نظم و نسق طے پاتا تھا اور شہریوں کے حقوق و فرائض کا تعین کیا جاتا تھا۔ ہر شہری، ریاست کا رکن ہوتا تھا اور سیاسی آزادی کا حامل تھا۔ وہ بھرپور اور سرگرم زندگی بسر کرتا تھا اور اس کی نجی اور معاشرتی زندگی میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ ہر شہری مجلس شوریٰ کا رکن بن سکتا تھا اور وہ قانون بنانے کے عمل اور حکمرانوں کے انتخاب میں براہ راست شریک ہوسکتا تھا۔ حکومت کا نظام شہریوں کے مشوروں سے تشکیل پاتا تھا۔

مشہور یونانی مفکر بابائے سیاسیات ارسطو نے کہا تھا کہ ''انسان معاشرتی حیوان ہے۔'' وہ بغیر افراد یا معاشرہ کے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی تمام ضروریات کے لیے دوسرے افراد کا محتاج ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی رشتوں اور تعلقات سے منسلک ہے۔ جب یہی رشتے اور تعلقات منظّم ہوجاتے ہیں تو معاشرے کو جنم دیتے ہیں اور جب معاشرہ منظّم ہوتا ہے تو ریاست کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ریاست کے اندر ہر شہری کا ایک خاص مقام اور کردار ہوتا ہے۔ جب ہم اس کردار کا کسی علم کے تحت مطالعہ کرتے ہیں تو یہی علم، علم شہریت کہلاتا ہے۔ مختصراً علم شہریت ''شہری زندگی اور اس سے متعلق مسائل کا علم ہے۔''

علم شہریت کی تعریف
(Definition of Civics)

1- آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (Oxford English Dictionary)

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق ''علم شہریت علم سیاسیات کا وہ جزو ہے جس میں شہری کے سیاسی اور معاشرتی حقوق و فرائض کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔''

2- ایف ۔ جے ۔ گولڈ (F.J. Gould)

''علم شہریت ایسے اداروں ، عادات، سرگرمیوں اور جذبات کے مطالعے کا نام ہے جن کی بدولت کوئی فرد خواہ مرد ہو یا عورت اپنے فرائض ادا کرے اور کسی سیاسی گروہ کی رُکنیت کے فوائد سے بہرہ مند ہو۔''

3- ای۔ایم۔وائٹ (E.M. White)

''علم شہریت انسانی علوم کا وہ مفید شعبہ ہے جو شہری کے ہر پہلو (معاشرتی ، معاشی ، سیاسی اور مذہبی) سے بحث کرتا ہے خواہ اس کا تعلق ماضی ، حال اور مستقبل سے ہو یا مقامی ،قومی اور بین الاقوامی حالات سے ہو۔''

4- پروفیسر پیٹرک گیڈیز (Prof. Patric Gaddies)

''علم شہریت وہ معاشرتی علم ہے جس میں شہریوں کی زندگی اوران کے مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔''

مندرجہ بالا تعریفوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم شہریت شہری زندگی کے ہر پہلو سے تعلق رکھتا ہے۔اس کا مقصد انسانی زندگی کو بہتر اور خوشگوار بنانا ہے۔ یہ شہری کے ہر پہلو کا مطالعہ کرتا ہے اوراس کی حرکات وسکنات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ شہری کے دیگر اداروں سے تعلق اور روابط کا بھی جائزہ لیتا ہے۔

اہمیت

(Significance)

علم شہریت کی تعریف کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم شہریت کی اہمیت وافادیت کیا ہے؟ ہم اس کا مطالعہ کیوں کرتے ہیں؟ اور یہ ایک شہری کے لیے کیوں ضروری ہے؟ درج ذیل عنوانات کے تحت علم شہریت کی اہمیت وافادیت کو بیان کیا جاسکتا ہے۔

1- معاشرتی ترقی

تمام معاشرتی ادارے فرد کی ترقی اور خوشحالی کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ان کا محور فرد کی ترقی اور فلاح و بہبود ہے۔ علم شہریت تمام معاشرتی اداروں کو مضبوط بناتا ہے اور شہریوں میں معاشرتی شعور پیدا کرتا ہے۔ یہ افراد کے اجتماعی طرز عمل کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے اوران میں باہمی اشتراک ،تعاون، ایثار اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

2- سیاسی تربیت

جمہوری ممالک میں ایک شہری کو بہت ساری ذمہ داریاں اور فرائض سرانجام دینے ہوتے ہیں۔علم شہریت شہری کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ تمام ذمہ داریوں کو نبھا سکے اور فرائض سرانجام دے سکے۔ یہ شہری کو ملک کے امور میں حصہ لینے کے قابل بناتا ہے اور حقوق و فرائض سے باخبر کرتا ہے۔علم شہریت اچھے شہری کی خصوصیات سے آگاہ کرتا ہے اور اچھی شہریت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔علم شہریت مقامی ،صوبائی اور قومی حکومتوں کے متعلق تمام معلومات فراہم کرتا ہے۔

3- جمہوریت کی کامیابی

جمہوری ممالک میں حکومت کا کاروبار شہری چلاتے ہیں۔علم شہریت شہری کو جمہوری اقدار کا احترام سکھاتے ہوئے کاروبار حکومت چلانے کے اہل بناتا ہے۔ جمہوریت میں سب سے زیادہ فائدہ اس ملک کو پہنچ سکتا ہے جس کے شہری تعلیم یافتہ اور سیاسی

طور پر باشعور ہوں۔علم شہریت شہریوں میں احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے تاکہ وہ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں اور جمہوری نظام کو چلانے میں مددگار ثابت ہوں۔

4-اخلاقی تربیت

معاشرہ افراد سے وجود میں آتا ہے اور اس کی ترقی وخوشحالی کا دارومدار افراد کی سیرت و کردار پر ہوتا ہے۔علم شہریت افراد میں اچھے طور طریقے پیدا کرتا ہے اور اخلاقی صفات کو پروان چڑھاتا ہے۔ افراد میں محبت، ہمدردی، تعاون، بھائی چارہ، برداشت، ایثار اور خدمت خلق کے اچھے جذبات پیدا کرتا ہے۔حسد، لالچ اور خودغرضی سے بچاتا ہے۔علم شہریت شہریوں کو اپنے فرائض ایمانداری کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دینے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ افراد میں اچھی عادات وخصائل پیدا کرتے ہوئے ان کی شخصیت کی تکمیل کرتا ہے۔

5-معاشی ضروریات کی تکمیل

کوئی معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک اس کے افراد اقتصادی طور پر مطمئن زندگی بسر نہ کررہے ہوں۔ اچھا شہری وہی ہے جو کوئی بھی باوقار پیشہ اختیار کر کے اپنی روزی کماتا ہے۔علم شہریت اقتصادی مسائل کا حل بتاتا ہے اور معاشی ضروریات کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ افراد کو بے کار نہ بیٹھنے اور معاشی ضروریات کو بہتر طور پر پورا کرنے کی دعوت دیتا ہے اور کام کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

6-ملکی مسائل سے آگاہی

ایک شہری کو اپنے ملک کے کئی مسائل سے واسطہ پڑتا ہے مثلاً تعلیم کا فقدان، بے روزگاری، افلاس اور بیماری وغیرہ۔ اُس وقت تک خوشحال زندگی ممکن نہیں جب تک ان مسائل کا کوئی تسلی بخش حل دریافت نہ کیا جائے۔علم شہریت کے مطالعہ سے شہری میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتی ہے اور وہ ملکی مسائل کے حل کے لیے تیار رہتا ہے۔

7-بین الاقوامی تعاون

آج کا دور بین الاقوامی تعاون کا دور ہے جس میں افراد کا تعلق نہ صرف اپنے ملک سے ہے بلکہ تمام اقوام سے بھی ہے۔ بین الاقوامی اقتصادی وسیاسی حالات ان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔علم شہریت قوم پرستی اور تنگ نظری کو دور کر کے افراد میں وسیع النظری اور بین الاقوامی تعاون کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ بین الاقوامی برادری کا رکن ہونے کی حیثیت سے اُن کی سوچ کو بدلتا ہے اور دوسری اقوام سے میل جول بڑھانے پر راغب کرتا ہے۔علم شہریت شہری کو بین الاقوامی تعاون پر بھی آمادہ کرتا ہے۔

علم شہریت کا دیگر معاشرتی علوم سے تعلق

تمام معاشرتی علوم کا مرکز فرد ہوتا ہے۔علم شہریت شہری یا فرد کی تعلیم وتربیت اور اس کی فلاح و بہبود کرتا ہے اس لیے ہم دوسرے علوم سے علم شہریت کا تعلق واضح کرتے ہیں۔

1- شہریت اور عمرانیات (Civics and Sociology)

مماثلت

دونوں علوم میں موضوع بحث کے لحاظ سے کافی مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ دونوں کا تعلق افراد کے معاشرتی حالات، معاشرتی اداروں اور اختیار کردہ قوانین کے مطالعہ سے ہے۔ عمرانیات مختلف گروہوں اور جماعتوں کی ابتدا، نشوونما اور ترقی پذیر صورت کا مطالعہ کرتا ہے جبکہ علم شہریت بھی شہری کی نشوونما اور فلاح و بہبود کو زیر بحث لاتا ہے۔ عمرانیات انسان کے رسم و رواج اور طور طریقوں پر بحث کرتا ہے جبکہ علم شہریت اچھے رسم و رواج اور طور طریقوں کو اپنانے اور بُری باتوں کو ترک کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

فرق

عمرانیات انسان کی زندگی کے ہر پہلو یعنی اس کے افعال و کردار، سوچ بچار، عقیدہ اور محبت و نفرت کا مطالعہ کرتا ہے جبکہ علم شہریت ایک معیاری علم ہے جو اچھائی و برائی کا معیار قائم کرتا ہے۔ عمرانیات انسان کا بحیثیت انسان مطالعہ کرتا ہے جبکہ علم شہریت انسان کا بحیثیت شہری مطالعہ کرتا ہے۔ عمرانیات کا دائرہ بحث علم شہریت سے بہت وسیع ہے۔ عمرانیات کا تعلق بنیادی طور پر معاشرہ سے ہے جبکہ علم شہریت کا براہِ راست تعلق فرد سے ہے اس لیے اس کا دائرہ بحث محدود ہے۔

2- شہریت اور اخلاقیات (Civics and Ethics)

مماثلت

اخلاقیات انسان کے اخلاق و عادات پر بحث کرتا ہے اور اچھے اور بُرے پہلو کا تعین کرتا ہے۔ یہ علم اخلاق کے قوانین کی تحقیق اور مطالعہ کے بعد انسانی سیرت و کردار کے متعلق قواعد اور اصول وضع کرتا ہے۔ یہ ہمیں اچھائی، برائی، صحیح اور غلط کا فرق بتاتا ہے اور اس کے نتائج سے باخبر کرتا ہے۔ علم شہریت معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے جو معیار قائم کرتا ہے وہ اخلاقیات کے اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں یعنی علم شہریت ہر شہری کے مسئلے پر اچھائی و برائی کا معیار اخلاقی ضابطوں کی روشنی میں قائم کرتا ہے۔

فرق

علم شہریت کا دائرہ بحث اخلاقیات سے وسیع ہوتا ہے کیونکہ علم شہریت شہری کے ہر پہلو کو اور اخلاقیات صرف اخلاقی پہلو کو زیر بحث لاتا ہے۔ علم شہریت کا شہری کے خارجی پہلوؤں سے جبکہ اخلاقیات کا صرف داخلی پہلو سے تعلق ہوتا ہے مثلاً جب تک کوئی شخص اپنے غلط منصوبہ کو عملی جامہ پہنا کر جرم نہیں کرتا، اس کو سزا نہیں دی جاسکتی جبکہ اخلاقیات کے مطابق غلط منصوبہ بنانا ہی غیر اخلاقی حرکت ہے۔

3- شہریت اور معاشیات (Civics and Economics)

مماثلت

علم شہریت اور معاشیات کا آپس میں گہرا رشتہ ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ مشہور ماہر معاشیات مارشل نے معاشیات کو ''دولت اور حصول دولت کا علم'' کہا ہے۔ علم شہریت اور معاشیات نے مشترکہ طور پر فرد کی فلاح و بہبود کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ علم شہریت اور معاشیات کے نظریات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ دونوں میں سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت،

صنعتی انقلاب اور مزدوروں کی فلاح و بہبود جیسے نظریات پائے جاتے ہیں۔علم شہریت کے حقوق اور بہتر ماحول معاشیات کی مدد سے تخلیق کیے جا سکتے ہیں مثلاً غربت، بے روزگاری اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کر کے اچھی شہری زندگی کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔

فرق

علم شہریت معاشیات سے وسیع تر ہے کیونکہ یہ فرد کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لاتا ہے جبکہ معاشیات فرد کے صرف معاشی پہلو کا مطالعہ کرتا ہے۔علم شہریت معاشی پہلو کا سطحی مطالعہ کرتا ہے جبکہ معاشیات معاشی پہلو کا تفصیل سے مطالعہ کرتا ہے۔ علم شہریت معیار قائم کرتا ہے اور اچھائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے جبکہ معاشیات محض حقائق اور معلومات کا مجموعہ ہے اور اس کا تعلق اچھے معیار کے حصول سے نہیں ہوتا۔معاشیات کا تعلق مادہ سے ہے جبکہ علم شہریت اعلیٰ اخلاقی و روحانی اقدار کے فروغ کی حمایت کرتا ہے۔

4- شہریت اور تاریخ (Civics and History)

مماثلت

تاریخ گزشتہ حالات و واقعات کے ترتیب وار مطالعہ کا نام ہے۔تاریخ کے مطالعہ کا ایک اہم مقصد ماضی کا مطالعہ ہے کیونکہ ہمیں ماضی سے وہ علم حاصل ہوتا ہے جس پر ہم حال کی تعمیر اور مستقبل کی تشکیل کرتے ہیں۔کسی معاشرتی ادارہ کے متعلق ہم اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے جب تک اس کے مختلف مراحل کے متعلق علم نہ حاصل کر لیں۔علم شہریت کا مطالعہ بغیر تاریخی حقائق کے نہیں کیا جا سکتا۔علم شہریت اور تاریخ کے موضوعات میں بھی بہت اشتراک پایا جاتا ہے مثلاً ملکی دفاع، مقامی حکومتیں، تصور قومیت اور بین الاقوامی قوانین وغیرہ۔تاریخ سے ہم بہت سے حقائق حاصل کرتے ہیں جن کی بنیاد پر ہم حکومتوں کے تعلقات و دیگر معاشرتی اداروں کی تشکیل کرتے ہیں۔

فرق

علم شہریت اور تاریخ میں بڑا فرق یہ ہے کہ تاریخ میں حالات و واقعات کا مطالعہ ترتیب وار کیا جاتا ہے جبکہ علم شہریت میں بغیر ترتیب کے مطالعہ کیا جاتا ہے۔علم شہریت کے طالب علم کو حالات و واقعات کی جہاں سے ضرورت ہو، لے سکتا ہے اور ترتیب کا لحاظ نہیں کرتا۔تاریخ میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے جبکہ علم شہریت میں صرف معاشرتی پہلو کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔تاریخ کا مقصد ماضی کے حالات و واقعات اور ان کے اسباب و نتائج کا ریکارڈ رکھنا ہے جبکہ علم شہریت عمومی اصول وضع کرتا ہے۔

سوالات

1- علم شہریت کی تعریف کریں اور اس کی اہمیت بیان کریں۔
2- علم شہریت اور معاشیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔وضاحت کریں۔
3- علم شہریت اور اخلاقیات کا آپس میں تعلق بیان کریں۔
4- درج ذیل علوم کے ساتھ علم شہریت کی مماثلت واضح کریں۔
(الف) عمرانیات (ب) تاریخ

باب 2 افراد کے روابط
(INDIVIDUALS IN INTERACTION)

فرد (Individual)

ریاست میں رہنے والے کو فرد کہا جاتا ہے۔ فرد معاشرتی گروہ کی اکائی ہے۔ بہت سارے افراد کا مجموعہ خاندان، برادری، معاشرہ، قوم اور ملت کی شکل اختیار کرتا ہے۔ قدیم یونانی ریاستوں میں فرد کو شہری کے معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا جس پر سیاسی ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں اور وہ حکومت کے کاروبار میں براہِ راست شریک ہوتا تھا۔ آج کل کی ریاست میں رہنے والے تمام افراد جنھیں سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق حاصل ہوں اور وہ فرائض بھی سرانجام دے رہے ہوں، انھیں ریاست کے شہری کہا جاتا ہے۔

افراد چھوٹے بڑے گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی گروہ چند افراد پر مشتمل ہو تو خاندان، برادری یا طبقہ کہلاتا ہے اور اگر کوئی گروہ بے شمار افراد پر مشتمل ہو تو معاشرہ، قوم یا ملت کہلاتا ہے۔ فرد کی فطرت میں ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے۔ ارسطو کے مطابق: ''انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔'' فرد اکیلا نہیں رہ سکتا، وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر خوش رہنا پسند کرتا ہے۔

خاندان (Family)

خاندان سب سے پہلا اور بنیادی انسانی ادارہ ہے۔ یہ انسان کی اجتماعی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان افراد کے باہمی تعلق کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ جب دو مختلف جنسوں کے افراد اپنی باہمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں تو خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اسلامی نظریے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہ السلام نے دنیا کے پہلے خاندان کی تشکیل کی۔

تعریف (Definition)

ارسطو: ''خاندان ایک قدرتی ادارہ ہے جس کی بنیاد انسانی ضروریات پر ہے۔ کوئی بھی فرد اپنی تمام ضروریات تنہا پوری نہیں کرسکتا اس لیے وہ خاندان کی تشکیل کرتا ہے۔''

پروفیسر میک آئیور: ''خاندان ایک ایسا گروہ ہے جو جنسی رشتہ کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ یہ رشتہ بچوں کی پیدائش اور تربیت کے لیے ضروری ہے۔''

خاندان ماں، باپ اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ باپ خاندان کا سربراہ اور ماں منتظم ہوتی ہے جو گھر کا نظام چلاتی ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ خاندان افراد کی سرگرمیوں کا مرکز اور ان کی نشو و نما کے لیے ابتدائی مدرسہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خاندان کی اہمیت وفرائض

خاندان مندرجہ ذیل فرائض سرانجام دیتا ہے۔

1-افزائش نسل

انسان کی بقا کے لیے خاندان اہم فریضہ سرانجام دیتا ہے اور افزائش نسل کے فطری عمل کا سبب بنتا ہے۔

2- بچوں کی نگہداشت و تربیت

خاندان بچے کا ابتدائی مدرسہ ہوتا ہے جس میں اس کی عادات واطوار اور سیرت وکردار کو سنوارا جاتا ہے۔ خاندان بچے کو تعاون، ہمدردی، محبت اور وفاداری کے جذبات سکھاتا ہے اور خاندان ہی سے بچے کو نیکی و بدی اور اچھائی و برائی کی تمیز حاصل ہوتی ہے۔

پیدائش کے بعد انسانی بچہ بالکل بے بس ہوتا ہے۔ والدین فطری محبت کے پیش نظر اپنے بچوں کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہیں اور خود تکلیف اُٹھا کر اُن کی پرورش کرتے ہیں۔

3- معاشی ضروریات کی تکمیل

خاندان ایک معاشی ادارہ بھی ہے اور وہ اپنے بچوں کی کفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ خاندان کے افراد اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور بہتر وسائل پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

4- قانون کی اطاعت

بچوں کو ماں اور باپ کے احکام کی اطاعت اور رسم ورواج کی پاس داری سکھائی جاتی ہے جس سے بچوں میں نظم وضبط اور احکام کی پابندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ والدین کے احکام کی پابندی سے بچوں میں خود بخود ریاست کے قوانین کی اطاعت پیدا ہوتی ہے۔

5-معاشرتی تعلقات

خاندان کے ذریعے تمام معاشرتی اور سماجی تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اس کی بدولت نئی نئی رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں۔ برادریوں اور قبیلوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ گویا خاندان کی وجہ سے معاشرہ میں اجتماعی شعور پیدا ہوتا ہے اور قومی روایات قائم ہوتی ہیں۔

6- ثقافتی ورثہ کی منتقلی

خاندان کی بدولت معاشرتی رسم ورواج اور روایات کی نشوونما ہوتی ہے۔ بچہ اپنے ابتدائی ماحول کو اپنا ثقافتی ورثہ سمجھتا ہے۔ وہ بڑا ہو کر اس ورثہ کی حفاظت کرتا ہے اور آنے والی نسلوں کو منتقل کرتا ہے۔

7-اجتماعی ترقی

خاندان کسی ایک فرد کی ترقی تک محدود نہیں بلکہ افراد کی اجتماعی ترقی اس کی منشا و مُدعا ہے۔ افراد کی اجتماعی ترقی سے قومی ترقی ممکن ہے۔

کمیونٹی

(Community)

خاندان کی وسیع شکل کو کمیونٹی یا گروہ کہا جاتا ہے کمیونٹی افراد کے ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو ایک مخصوص علاقے میں رہتا ہو جس

کی سرگرمیاں مشترکہ ہوں اور طرزِ معاشرت ایک جیسا ہو۔کمیونٹی کے افراد میں گہرے تعلقات قائم ہوتے ہیں کیونکہ یہ خاندان کی ایک وسیع شکل ہے۔

تعریف (Definition)

میک آئیور: ''میک آئیورزندگی کے تمام شعبوں میں مشترکہ زندگی گذارنے والوں کوکمیونٹی قرار دیتا ہے۔''

اوسبورن: ''کمیونٹی افراد کے ایسے گروہ کا نام ہے جو مخصوص علاقے میں رہتے ہوں، مشترکہ دلچسپیوں اور سرگرمیوں کے حامل ہوں اور زندگی کے تمام معاملات کے بارے میں متحدہ اقدام کریں۔''

کمیونٹی کی اقسام (Kinds of Community)

1- شہری کمیونٹی (Urban Community)

شہری کمیونٹی ان افراد پر مشتمل ہوتی ہے جو شہروں کے رہائشی ہوتے ہیں۔ان کی زندگی مصروف ہوتی ہے۔وہ فکرِ معاش میں مصروف رہتے ہیں اس لیے وہ ایک دوسرے کو کم جانتے ہیں۔اکثر لوگ کاروباری، صنعتی اداروں اور سرکاری دفاتر میں کام کرتے ہیں۔شہری زندگی میں بڑی گہما گہمی ہوتی ہے۔معیار زندگی بلند ہوتا ہے اور زندگی کی تمام آسائشیں مہیا ہوتی ہیں اس لیے اکثر لوگ پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔لوگ سیاسی وثقافتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔آج کا دور کچھ زیادہ ہی مصروف ہے اس لیے آپس میں ملنے جلنے کا وقت بہت کم ہے۔

2- دیہی کمیونٹی (Rural Community)

یہ گروہ ان افراد پر مشتمل ہے جو دیہات میں رہتے ہیں۔دیہاتی لوگ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتے ہیں۔ان کی زندگی بڑی سادہ ہوتی ہے۔بیشتر لوگ زراعت کے شعبہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔دیہاتوں میں خالص غذا اور تازہ ہوا ہوتی ہے۔دیہی طبقہ کے پاس وقت وافر ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔یہ لوگ پرانے رسم ورواج کے پابند ہوتے ہیں اور شہریوں کے مقابلے میں زیادہ قدامت پسند ہوتے ہیں۔دیہاتی لوگ معاشرتی اور سیاسی معاملات میں کم دلچسپی لیتے ہیں۔

معاشرہ

(Society)

معاشرہ انگریزی زبان کے لفظ سوسائٹی (Society) کا ترجمہ ہے جو لاطینی زبان کے لفظ سوسش (Socius) سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی ''ساتھی'' کے ہیں۔گویا معاشرہ سے مراد ساتھیوں کا گروہ یا مجموعہ ہے معاشرے کے اندر رہتے ہوئے فرد کو تمام اداروں سے تعلقات رکھنا پڑتے ہیں۔منظم، غیر منظم سرگرمیاں اور محبت ونفرت، سب طرح کے تعلقات شامل ہوتے ہیں۔

تعریف (Definition)

جان۔ایف سوبر: ''معاشرہ تعلقات کا ایسا نظام ہے جس میں فرد اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔''

لارڈ برائس: ''افراد کا وہ مجموعہ جو چند مقاصد کی خاطر زندگی بسر کر رہا ہو معاشرہ کہلاتا ہے۔''

معاشرہ کی خصوصیات

1- افراد کا مجموعہ

معاشرہ ایک فرد پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ وہ افراد کے ایک بڑے گروہ پر مُشتمل ہوتا ہے۔ معاشرہ میں شامل تمام لوگ مختلف طبقوں اور برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔

2- مشترکہ مفادات

معاشرہ کے افراد کے سامنے مشترکہ مفادات ہوتے ہیں جن کی خاطر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور تگ ودو کرتے ہیں۔ یہ مفادات عام طور پر افراد کی فلاح و بہبود اور ترقی وخوشحالی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

3- تنظیم

معاشرہ کے افراد اپنے مقصد کے حصول کے لیے تنظیم قائم کرتے ہیں یعنی وہ منظّم ہو کر اپنے رسم ورواج اور قوانین کی پابندی کرتے ہوئے اپنے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔

4- مشترکہ اقدار

معاشرہ کے افراد کی زبان، ثقافت، بود و باش، اقدار اور نظریات مشترک ہوتے ہیں جن کی خاطر وہ منظّم ہوتے ہیں۔

5- عالمگیر حیثیت

معاشرہ جغرافیائی حدود سے آزاد ہوتا ہے یعنی وہ عالمگیر حیثیت رکھتا ہے اور کسی ایک ملک تک محدود نہیں ہوتا مثلاً اسلامی معاشرہ تمام دنیا پر پھیلا ہوا ہے۔

6- رضا کارانہ رکنیت

معاشرہ کی رکنیت رضا کارانہ ہوتی ہے اور کسی فرد کو اس کی رکنیت اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

7- فکر وعمل میں ہم آہنگی

معاشرہ کے ارکان کی فکر وعمل میں ہم آہنگی اور اشتراک وتعاون پایا جاتا ہے جس سے اتحاد و یکجہتی کو فروغ ملتا ہے۔

معاشرہ کی اہمیت

فرد اور معاشرہ آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ معاشرہ کے بغیر فرد کا وجود ناممکن ہے اور معاشرہ افراد کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا اس لیے ارسطو نے کہا تھا کہ ''جو شخص معاشرہ سے الگ تھلگ رہتا ہے وہ دیوتا ہے یا حیوان۔'' انسان پیدائش سے لے کر موت تک معاشرہ کا محتاج ہے اور معاشرہ کی ترقی کا انحصار افراد کی تنظیم اور مُشترکہ تگ ودو پر ہے۔ معاشرہ کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل نکات سے لگایا جاسکتا ہے۔

1- معاشی ضروریات کی فراہمی

فرد کی بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں جنھیں وہ تنہا رہ کر پورا نہیں کرسکتا مثلاً خوراک، لباس، رہائش اور دیگر معاشی ضروریات وغیرہ۔ یہ ضروریات افراد کے آپس کے تعاون سے حاصل ہوتی ہیں اور ایک فرد کے بس کی بات نہیں۔

2- سہولیات کی فراہمی

معاشرہ کے افراد مل جل کر اپنی رہائش کا بندوبست کرتے ہیں اور روزمرہ کی دیگر سہولیات مہیا کرتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں تعاون کی بدولت عمدہ رہائش گاہیں، گیس، بجلی، ٹیلی فون اور دیگر سہولیات میسر آتی ہیں جن کی بدولت افراد آسائشی زندگی بسر کرتے ہیں۔

3- تحفظ زندگی

اپنی زندگی کا تحفظ ہر جاندار میں فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔ انسان کو زندگی میں بے شمار قدرتی آفات ومصائب مثلاً سیلاب، زلزلوں اور وباؤں وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فرد اکیلا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ باہمی اتحاد وتعاون ہی انسانی زندگی کی بقاء کا ضامن ہے۔ یہ اتحاد اسے معاشرے کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

4- بچے کی نگہداشت وحفاظت

معاشرہ انسانی بچے کے لیے ناگزیر ہے۔ انسانی بچہ بے حد کمزور، ناسمجھ اور بے یارومددگار رہتا ہے۔ اُسے خوراک مہیا کرنے، خطرات، بیماریوں، موسمی سختیوں سے بچانے کے لیے اور زبان کے ذریعے اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کے لیے کسی نہ کسی فرد کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بچے کے ماں باپ ہیں جن سے خاندان وجود میں آتا ہے۔ خاندان معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے لہٰذا معاشرہ انسانی بچے کی نگہداشت وحفاظت کرتا ہے۔

5- انسانی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدائشی طور پر بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ معاشرہ کی بدولت ایک فرد اپنے آپ کو ترقی سے روشناس کرتا ہے اور وہ صدیوں کے جمع شدہ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کے قیمتی ورثہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

6- تہذیبی وثقافتی اقدار کا تحفظ

معاشرہ تہذیبی وثقافتی اقدار کا تحفظ کرتا ہے۔ وہ آنے والی نسلوں میں وحدت اور فکروعمل کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

7- فراغت کے لمحات

معاشرہ کے ذریعے افراد کو فراغت کے لمحات میسر آتے ہیں۔ اگر معاشرہ نہ ہوتو ایک فرد کو اپنے ہر کام کرنے کے لیے مصروف رہنا پڑتا ہے یعنی اُسے پورا وقت خوراک ودیگر ضروریات کے لیے خرچ کرنا پڑے گا اور اُسے فراغت کے لمحات میسر نہیں آئیں گے۔ یہ معاشرہ ہی ہے جو فرد کے فارغ اوقات کو آرٹ وثقافت میں صرف کرتا ہے اور اس کو تفریحی سرگرمیوں کے مواقع مہیا کرتا ہے۔

8- بین الاقوامیت کا جذبہ پیدا کرنا

معاشرہ بین الاقوامی حدود سے بالاتر ہوتا ہے اس لیے وہ افراد کے اندر بین الاقوامیت کے جذبات پیدا کرتا ہے کیونکہ انسانیت کی فلاح وبہبود اور ترقی عالمی اتحاد وتعاون سے ممکن ہے۔

قوم
(Nation)

قوم کوانگریزی میں (Nation) کہتے ہیں جو لاطینی زبان کے لفظ نیشو (Natio) سے ماخوذ ہے جس کے معنی "پیدائش" کے ہیں گویا قوم کا تعلق فرد کی پیدائش یا نسل سے ہے۔

لارڈ برائس کے مطابق: "قوم افراد کا ایسا گروہ ہے جس میں جذبہ قومیت پایا جائے، جن کی اپنی سیاسی تنظیم ہو اور وہ آزاد ہوں یا آزادی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔"

گلکرائسٹ کے مطابق: "قوم، ریاست اور قومیت کے مجموعہ کا نام ہے۔"

قومیت
(Nationality)

ہم آسان لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ جب قومیت کا جذبہ رکھنے والے لوگ خود کو سیاسی طور پر منظم کرتے ہیں تو وہ ایک قوم بن جاتی ہے۔ قومیت دراصل اپنائیت کے ایسے احساس اور جذبے کا نام ہے جو افراد کے مابین مشترکہ نسل، رنگ، مذہب، علاقے، زبان اور رسم و رواج کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اس جذبے کی بنا پر لوگ اپنے آپ کو ایک خونی رشتے میں منسلک سمجھتے ہیں۔

لارڈ برائس کے بقول: "قومیت ایک جذبہ ہے جو مشترک نسل، زبان، مذہب، مفادات اور تاریخی روایات کی بنا پر لوگوں کو متحد کر دے۔ یہ اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب ان میں سے چند یا تمام عناصر موجود ہوں۔"

جے۔ ایس۔ مل کے مطابق: "قومیت کا اطلاق لوگوں کے ایسے گروہ پر ہوتا ہے جس میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی اور اخوت کے جذبات کارفرما ہوں جن کی بنا پر ان میں باہمی اشتراک موجود ہو۔"

قوم اور قومیت میں فرق

قوم اور قومیت میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

1- قومیت لوگوں کے درمیان پایا جانے والا احساس یا جذبہ ہے جس کی بنا پر وہ متحد ہوتے ہیں جبکہ قوم افراد کا ایسا گروہ ہے جس میں جذبہ قومیت موجود ہو اور سیاسی طور پر منظم ہو کر اپنی آزادی کے لیے کوشاں ہوں۔

2- قوم ایک جسم کی مانند ہے جسے دیکھا جا سکتا ہے جبکہ قومیت روح کی مانند ہے جسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ قوم کی بنیاد قومیت پر ہے جس کے بغیر اس کا قیام ممکن نہیں جبکہ قومیت کا تصور پیدا کرنے کے لیے افراد کا ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا ضروری ہے۔

3- قومیت ایک جذبہ ہے اور قوم اس کی عملی شکل کا نام ہے۔ قومیت کے بغیر قوم وجود میں نہیں آ سکتی۔ اگر قوم میں جذبہ قومیت کمزور پڑ جائے تو قوم انتشار کا شکار ہو جاتی ہے اس لیے ہر قوم اپنا جذبہ قومیت زندہ رکھتی ہے تا کہ اس کا وجود برقرار رہ سکے۔

قومیت کے عناصر

قومیت کا جذبہ ایک فطری عنصر ہے اور اس کو پیدا کرنے کے لیے مندرجہ ذیل عناصر کا ہونا بہت ضروری ہے۔

1- مشترکہ نسل

نسلی اعتبار سے ایک ہونا افراد میں جذبہ قومیت پیدا کرتا ہے۔ بعض اوقات صرف ایک نسل کی بنیاد پر قوم بنتی ہے اور

آزادی حاصل کر کے ریاست قائم کر لیتی ہے مثلاً جرمن قوم سے جرمنی اور فرانسیسی قوم سے فرانس قائم ہوا۔

2- مشترکہ سکونت

ایک ہی خطہ میں اکٹھے رہنے سے قومیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور قوم کی شکل بنتی ہے مثلاً امریکی قوم میں جذبہ قومیت اکٹھے رہنے سے پیدا ہوا اور انھوں نے ایک قوم کی شکل اختیار کر لی۔

3- مشترکہ مذہب

مشترکہ مذہب بھی جذبہ قومیت کو ابھارتا ہے۔ ماضی میں مذہب کو ایک انتہائی طاقتور عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ یورپ میں بہت ساری ریاستیں مذہب کی بنیاد پر قائم ہوئیں۔ موجودہ دور میں پاکستان کے قیام میں مذہب اسلام نے اہم کردار ادا کیا۔

4- مشترکہ زبان

زبان اظہار خیال کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ خیالات میں ہم آہنگی اور یکجہتی پیدا کرتی ہے۔ خیالات کی ہم آہنگی زبان کی بدولت پیدا ہوتی ہے جو قومیت کا احساس پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی افادیت کے باوجود اسے قومیت کی ایک ضروری بنیاد نہیں مانا جاسکتا مثلاً سوئٹزرلینڈ میں مختلف زبانیں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ لوگ جذبہ قومیت رکھتے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن قومیت کے جذبات پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

5- مشترکہ سیاسی مقاصد

بعض اوقات مشترکہ سیاسی مقاصد اور مفادات سے بھی جذبہ قومیت اُبھرتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے جمہوری نظام کے لیے ایک قوم کی صورت میں اتحاد قائم کیا اور جمہوری ریاست قائم کی مثلاً مشترکہ سیاسی مفادات نے امریکہ میں ایک قوم کی تخلیق کی۔

اُمتِ اسلامیہ (Muslim Ummah)

اُمت اسلامیہ کی بنیاد اعلیٰ ترین انسانی اصولوں پر قائم کی گئی ہے۔ یہ قومیت کے مغربی تصور کے بالکل برعکس ہے۔ اس کی بنیاد اسلام کے سنہری اصولوں محبت، اخوت، برداشت اور مساوات پر رکھی گئی ہے۔

اسلام وطن، قوم، رنگ، نسل، قبیلے اور خاندان کا قائل نہیں بلکہ یہ عالمگیر انسانی اخوت کا قائل ہے۔ وہ شخص جو توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا رکن بن جاتا ہے جس میں قوم، وطن اور رنگ و نسل کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمھیں گروہ اور قبائل میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ درحقیقت تم میں اللہ کے ہاں بہتر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''

اس طرح ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

''یاد رکھو تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ اس لیے کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری نہیں۔ فضیلت کا دار و مدار صرف تقویٰ پر ہے۔''

اُمت اسلامیہ کی اہم خصوصیات

امت اسلامیہ کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1 - امت اسلامیہ کے ارکان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کا ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

2- امت اسلامیہ کے ارکان حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ کا آخری رسول تسلیم کرتے ہیں۔

3- امت کی بنیاد مساوات پر ہے۔ بقول علامہ محمد اقبالؒ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

4- امت عدل وانصاف پر پورا یقین رکھتی ہے۔

5- امت کے ارکان اخلاق اور پرہیزگاری پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

6- امت اسلامیہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ علم حاصل کرے جو خدا شناسی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کی پیروی کا ذریعہ ہو۔

7- امت اسلامیہ میں کسی قسم کی ناانصافی اور تعصب کی گنجائش نہیں ہے۔

8- امت رنگ ونسل اور وطن اور زبان کے امتیاز سے پاک ہے۔

9- امت اتحاد وتعاون کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔

10- امت عالمگیر برادری کا تصور پیش کرتی ہے بقول علامہ محمد اقبالؒ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

تمام انسان اللہ تعالی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اسی کی مخلوق ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ملت اسلامیہ کے ارکان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں۔ تمام انسانوں سے قومیت، وطنیت، رنگ ونسل، زبان، ثقافت اور معاشرت جیسی پابندیوں سے بالاتر ہو کر بہتر سلوک کیا جائے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں اور وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ پاکستانی قوم کی بنیاد بھی اسلام کے تصورِ امت پر قائم ہے۔ یہ ملک نسلی، لسانی، علاقائی یا مشترکہ معاشی مفاد کی بجائے اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا ہے یعنی پاکستان کی اساس اسلام ہے۔ پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا اور دوقومی نظریہ کی بنیاد نظریہ اسلام پر ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں دو بڑی قومیں یعنی ہندو اور مسلمان بستی تھیں۔ ان کے مذاہب اور رسم و رواج بالکل مختلف تھے اس لیے وہ اکٹھے نہیں رہ سکتے تھے لہٰذا ان کے لیے الگ الگ وطن قائم ہوئے۔ تحریک پاکستان دوقومی نظریہ اور نظریہ اسلام کی

بنیاد پر چلائی گئی تھی۔ پاکستان کے قیام کے بعد یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی کہ ہندوستان کے مسلمان ایک الگ امت کے افراد ہیں جن کے لیے الگ وطن کی ضرورت تھی۔ پاکستان 1947ء میں نظریہ اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک میں اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جائے اور اسلامی اصولوں پر مبنی معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی نظام نافذ کیا جائے تا کہ یہ ملک دنیا بھر کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ بن سکے اور دوسرے مسلمان ممالک اس کی تقلید کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اجتماعی نظام کو پاکستان میں عملاً نافذ کریں حتیٰ کہ عالمگیر اسلامی انقلاب کرۂ ارض کے کونے کونے میں پھیل جائے۔

سوالات

1- امت اسلامیہ کی اہم خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔

2- معاشرہ سے کیا مراد ہے؟ نیز معاشرہ کی خصوصیات لکھیں۔

3- خاندان کی تعریف کریں اور اس کی اہمیت و فرائض بیان کریں۔

4- قوم اور قومیت کی تعریف کریں نیز قوم اور قومیت میں فرق کی وضاحت کریں۔

5- قومیت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے کن عناصر کا ہونا ضروری ہے؟

6- فرد اور معاشرہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اس بیان کی روشنی میں معاشرے کی اہمیت اُجاگر کریں۔

7- کمیونٹی کی تعریف کریں نیز اس کی اقسام بیان کریں۔

باب 3 ریاست (STATE)

تعارف

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اکیلا زندگی بسر نہیں کرسکتا اس لیے وہ دوسروں کے ساتھ مل کر رہتا ہے۔ بے شمار ضروریاتِ زندگی اسے معاشرے میں رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔ معاشرتی زندگی میں ایک ایسی تنظیم اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جو معاشرے کو منظم کرنے کے لیے قوانین بنائے تاکہ لوگ پُرامن اور اچھی زندگی گزار سکیں۔ اس تنظیم کو ریاست کہتے ہیں۔

ریاست کی تعریف (Definition)

1- ارسطو (Aristotle): ''ریاست خاندانوں اور دیہاتوں کا ایک مجموعہ ہے جس کا مقصد ایک مکمل اور خود کفیل زندگی کی تعمیر کرنا ہے''

2- برجیس (Burgess): ''ریاست بنی نوع انسان کا ایسا گروہ ہے جسے منظم وحدت کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہو۔''

3- وڈرو ولسن (Woodrowilson) (ایک سابق امریکی صدر): ''کسی مخصوص علاقے میں قانون کی خاطر لوگوں کے اشتراک کا نام ریاست ہے۔''

4- گلکرائسٹ (Gilchrist): ''ریاست ایک اخلاقی حقیقت ہے جو اس وقت قائم ہوتی ہے جب عوام کی خاصی تعداد ایک مخصوص علاقے میں آباد ہو جائے اور وہ ایک ایسی حکومت کے تحت متحد ہو جائیں جو بیرونی دباؤ سے آزاد ہو یعنی جس کا اپنا اقتدارِ اعلیٰ ہو۔''

5- پروفیسر ڈاکٹر گارنر (Prof.Dr.Garner): پروفیسر ڈاکٹر گارنر نے ریاست کی نہایت ہی جامع تعریف کی ہے ''ریاست متعدد افراد کا ایسا مجموعہ ہے جو مستقل طور پر ایک خاص علاقے پر قابض ہوں، جو بیرونی دباؤ سے آزاد ہوں اور ان کی اپنی ایک منظم حکومت ہو جس کی اطاعت تمام افراد پر لازم ہو۔''

مختصراً گلکرائسٹ اور گارنر کی تعریفوں میں ریاست کے چار عناصر کا ذکر کیا گیا ہے جن سے مل کر ریاست تشکیل پاتی ہے یعنی آبادی، علاقہ، حکومت اور اقتدارِ اعلیٰ۔ پس ریاست کا پورا مفہوم سمجھنے کے لیے یہ تعریفیں کافی ہیں۔

ریاست کے لازمی عناصر
(Essential Elements of State)

ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے لیے درج ذیل چار عناصر کا ہونا ضروری ہے۔

1- آبادی (Population)

ریاست ایک انسانی ادارہ ہے جس کے وجود کے لیے آبادی ضروری ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ ہم ریاست کے وجود کے لیے افراد کی ایک خاص تعداد کا تعین کر دیں۔ ہر ریاست میں افراد کی تعداد کم و بیش ہوتی ہے۔ آبادی کے لحاظ سے چین، بھارت اور امریکہ بہت

بڑی ریاستیں ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی مناکو (Monaco) اور ویٹی کن سٹی (Vatican city) جیسی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی موجود ہیں جن کی آبادی چند ہزار افراد پر مشتمل ہے۔

افلاطون کا خیال تھا کہ جو ریاست پانچ ہزار چالیس 5,040 افراد پر مشتمل ہوگی وہ مثالی ریاست کہلائی جا سکتی ہے۔ ارسطو نے ریاست کی آبادی کا کوئی تعین نہیں کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایک اعلیٰ ریاست ہونے کے لیے صرف یہ شرط ضروری ہے کہ وہ اتنی بڑی ہو کہ خود کفیل ہو اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ تمام گروہ مل جل کر ایک دکھائی دیں۔ فرانسیسی مفکر روسو نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ایک اچھی ریاست کے لیے دس ہزار کی تعداد مثالی تعداد ہے۔ آج کل کی ریاستیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے اتنی چھوٹی نہیں ہو سکتیں اس لیے دنیا میں ہر طرح کی ریاستیں پائی جاتی ہیں اور ہم ریاست کے لیے نظری یا عملی طور پر آبادی کی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے۔ تاہم آبادی اتنی ہونی چاہیے کہ ریاست کی تنظیم برقرار رہے اور ملکی وسائل آبادی کے متحمل ہو سکیں۔

2- علاقہ (Territory)

خطہ زمین کا ہونا ریاست کے وجود کے لیے ضروری ہے۔ اگر علاقہ نہ ہو تو پھر ریاست کا کوئی وجود نہ ہوگا۔ کوئی خانہ بدوش قبیلہ خواہ اس کے افراد کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور کتنا ہی منظم کیوں نہ ہو ریاست کا وجود قائم نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر اسرائیل کے قیام سے قبل یہودیوں کی کوئی ریاست نہ تھی لیکن جب وہ فلسطین میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تو ان کی اپنی ریاست قائم ہو گئی۔

جس طرح آبادی کے معاملے میں کوئی قید نہیں اسی طرح علاقہ کی حدود کا تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مناکو، ویٹی کن سٹی اور لکسم برگ جیسی ریاستیں بھی ہیں جن کا کل رقبہ صرف آٹھ مربع میل سے تیرہ مربع میل تک ہے اور چین جیسی ریاستیں بھی ہیں جس کا رقبہ قریباً سینتیس لاکھ مربع میل ہے۔ یہ بات درست ہے کہ چھوٹی ریاستیں ہمیشہ اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرتی ہیں اور اپنے بڑے ہمسایوں کے رحم و کرم پر رہتی ہیں۔ گزشتہ دونوں بڑی جنگوں میں بلجیم کی جو حالت ہوئی وہ قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی ریاستیں اقتصادی طور پر کمزور ہوتی ہیں کیونکہ ان کے وسائل اتنے نہیں ہوتے کہ وہ اپنے شہریوں کی ضرورتیں پوری کر سکیں بہر حال اتنی چھوٹی ریاست بھی نہ ہو کہ وہ اپنی حیثیت برقرار نہ رکھ سکے اور اتنی بڑی نہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو منظم نہ کر سکے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تمام چھوٹی ریاستیں کمزور ہوتی ہیں یا یہ کہ ریاست کا جتنا بڑا سائز ہوگا اتنی ہی زیادہ طاقتور ہوگی۔ انگلستان جس کا رقبہ بہت کم ہے بہت سی بڑی ریاستوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محض حدود کی بنا پر ریاست بڑی نہیں بن سکتی۔ اس معاملے میں بہت سے اور عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں مثلاً آب و ہوا، قدرتی وسائل، جغرافیائی محل وقوع اور سمندری حدود وغیرہ۔

3- حکومت (Government)

ایک ریاست کا تیسرا ایک اہم عنصر حکومت ہوتی ہے۔ ریاست کی مرضی اور منشا کا اظہار حکومت کے ذریعے ہوتا ہے۔ ہر حکومت تین اداروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

1- مقننہ: اس کا کام ریاست کے لیے قوانین بنانا ہے۔

2- انتظامیہ: مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کو ریاست کے اندر نافذ کرنا انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔

3-عدلیہ: مقنّنہ کے وضع کردہ قوانین کا تحفظ اور خلاف ورزی کی صورت میں عدل وانصاف کرنا عدلیہ کا کام ہے۔اگر حکومت نہ ہو تو ریاست کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور امن وامان قائم نہیں رہ سکتا۔

4-اقتدارِ اعلیٰ (Sovereignity)

ریاست کا چوتھا عنصر اقتدارِ اعلیٰ ہے جس کی وجہ سے ہی ریاست کو دوسرے اداروں پر امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ریاست ایک مستقل ادارہ ہے جبکہ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔اقتدارِ اعلیٰ ریاست کا وہ اعلیٰ اور برتر اختیار ہے جس کی بنا پر وہ ریاست کے اندر افراد اور اداروں سے اپنی مرضی اور احکامات منواتی ہے۔اقتدارِ اعلیٰ کی حامل مرکزی حکومت ہوتی ہے مثلاً امریکہ کی 50 ریاستیں ہیں۔ ہر ایک کی آبادی، علاقہ اور حکومت ہے لیکن ان کے پاس اقتدارِ اعلیٰ نہیں ہے۔ایک خود مختار ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ داخلی اور خارجی دونوں طرح سے آزاد ہو۔لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ چاروں عناصر کے بغیر ایک ریاست کا وجود ناممکن ہے۔

اسلامی ریاست
(Islamic State)

تمام طاقتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔وہی پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے اسلام میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے۔اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم وقت اپنے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے استعمال کرتا ہے اور ریاست کا انتظام اسلامی احکامات کے مطابق چلاتا ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔توحید، مساوات، عدل وانصاف، اخلاق وتقویٰ اور حصول علم اسلامی ریاست کے بنیادی اصول ہیں۔ اس وقت دنیا میں بہت ساری اسلامی ریاستیں قائم ہیں جن میں سے ایک ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی ہے۔

اسلامی ریاست کے فرائض

اسلامی ریاست کے بہت سارے فرائض ہیں وہ عوام کی بہتری کے لیے ہر ممکن اقدام کرے۔ان کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر مسائل حل کرنے کی پوری ذمہ داری قبول کرے۔ایک اسلامی ریاست کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں:

1-اسلامی قوانین کا نفاذ

سربراہِ ریاست عوام کا خادم ہوتا ہے اور قرآن وسنت پر مبنی قانون سازی اور اس کا نفاذ اس کی ذمہ داری ہے۔وہ حکومت کا کاروبار مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے چلاتا ہے اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کا ساتھ دیتا ہے۔

2-عدل وانصاف کا قیام

معاشرہ میں عدل وانصاف کے قیام کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے۔اسلامی ریاست میں عدلیہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور وہ انتظامیہ کے اثر سے آزاد ہوتی ہے بلکہ انتظامیہ اور سربراہِ مملکت بھی عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں عدلیہ سربراہِ مملکت کو عدالت میں طلب کرسکتی ہے اور اس کو سزا بھی دے سکتی ہے۔

3-بنیادی ضروریات کی تکمیل

تمام بنیادی ضروریات یعنی روٹی، کپڑا اور مکان عوام کو مہیا کرنا اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔سوشل سکیورٹی کی

تمام سکیموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اسلامی ریاست کا اولین فرض ہے۔

4- سہولیات کی فراہمی

بنیادی ضرورتوں کے علاوہ کئی ایسی ضرورتیں بھی ہیں جو ایک معقول زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہیں مثلاً تعلیم اور آمدورفت کی سہولتیں وغیرہ۔ ایک بہتر زندگی کے لیے تمام سہولیات مہیا کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

5- دولت کی منصفانہ تقسیم

اسلامی ریاست افراد کو دولت کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے تاکہ غربت کو دُور کیا جا سکے۔ حضرت عمرؓ کا دور ایک مثالی دور تھا جس میں غربت اور مفلسی ختم ہو گئی تھی اور ہر آدمی باعزت زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

6- مساوات کا قیام

اسلامی ریاست میں رنگ، نسل، علاقہ، جنس اور دیگر امتیازات کی کوئی گنجائش نہیں۔ سب کو معاشی، معاشرتی، مذہبی اور دیگر حقوق برابر حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ایک بہترین ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ ذات پات اور اونچ نیچ کی کوئی قید نہیں ہوتی اور ظلم و زیادتی سے پاک معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

7- اجتماعی ترقی

اجتماعی ترقی کے لیے اسلامی حکومت صنعتی، زرعی، معدنی اور تجارتی ترقی کے منصوبے رائج کرتی ہے۔ اسلامی ریاست اجتماعی بھلائی کے لیے ملکی وسائل کو بھی قبضہ میں لے سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ معاوضہ فوری طور پر ادا کر دیا جائے۔ اسی طرح اسلامی ریاست زمین کو بھی عوام کی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔

8- حکومتِ الٰہیہ کا قیام

اسلامی ریاست کا مقصد حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے جس میں لوگوں کو برے کاموں سے روکنا اور بھلائی کے کاموں کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے تاکہ لوگوں میں بھائی چارہ، محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو اور لوگ امن و سکون سے زندگی بسر کریں۔

9- اظہارِ رائے کی آزادی

اسلامی ریاست میں عوام کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی دی جاتی ہے۔ اسلامی ریاست میں حکام پر تنقید کی آزادی ہوتی ہے۔ حکومت پر تنقید سے اصلاح کا پہلو نکلتا ہے اور عوام کی دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست اخبارات، رسائل اور دیگر ابلاغ کی آزادی کو تسلیم کرتی ہے البتہ دین کے خلاف کسی تنقید کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا کہ لوگو! اگر میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی کام کروں تو میری پیروی نہ کرنا بلکہ مجھے منصب سے ہٹا دینا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے دور میں بہت سے لوگوں نے آپ پر کھلم کھلا تنقید کی جس کا جواب آپؓ نے خندہ پیشانی سے دیا۔

10- امن و امان اور دفاعی انتظام

اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ امن و امان قائم کرے تاکہ عوام کی جان و مال کی حفاظت ہو سکے۔ بیرونی خطرات سے نپٹنے

کے لیےملکی دفاع کا مؤثر انتظام کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے اس مقصد کے لیے باقاعدہ فوج ہونی چاہیے۔

11- خارجہ پالیسی

دور حاضر میں کوئی ملک بھی دوسرے ممالک کے تعاون کے بغیر نہیں رہ سکتا مختلف قسم کے معاہدات ایک اسلامی ریاست خارجہ پالیسی کی روشنی میں بیرونی ممالک سے تعلقات استوار کرتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کا فلاحی ریاست میں کردار

ذرائع ابلاغ میں اخبارات،رسائل،ریڈیو اور ٹیلی ویژن شامل ہیں۔لیکن آج کل کمپیوٹر کا بھی ان میں اضافہ ہو چکا ہے۔ ذرائع ابلاغ قومی زندگی کے معاشرتی،معاشی اور سیاسی میدان میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ ایک فلاحی ریاست کی شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ حکومت کا چوتھا ستون ہیں کیونکہ یہ عوام میں سیاسی شعور اور قومی شناخت کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔

1-اخبارات و رسائل

ذرائع ابلاغ کا سب سے اہم ذریعہ اخبارات اور رسائل ہیں جو عوام میں رائے عامہ پیدا کرنے،تعلیم حاصل کرنے، منصوبہ بندی کرنے،صحت وصفائی اور دیگر ضروریات زندگی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ان کے ذریعے عوام کے مطالبات حکومت تک اور حکومت کے فیصلے عوام تک پہنچتے ہیں۔

اخبارات ورسائل ملک میں ہر جگہ پڑھے جاتے ہیں لیکن پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں خواندگی کا تناسب بہت کم ہے اور لوگوں کے وسائل بھی محدود ہیں اس لیے عوام اخبارات اور رسائل کو خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ ہی پڑھ سکتے ہیں۔مزید یہ کہ اخبارات اور رسائل میں بعض خبریں صحیح نہیں ہوتی۔بعض اوقات اخبارات کی رپورٹیں بھی غلط ہوتی ہیں جس سے رائے عامہ منفی تاثر لیتی ہے اور حکومت بھی بے راہ روی کا شکار ہوتی ہے۔اگر اخبارات اور رسائل میں یہ خرابی دور کر دی جائے تو فلاحی ریاست میں یہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

2- ریڈیو ٹیلی ویژن

ذرائع ابلاغ کا دوسرا ذریعہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہیں۔ یہ حکومت اور عوام کے درمیان تعلقات قائم کرنے اور فلاحی کاموں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان کی اطلاعات بہت جلدی لوگوں تک پہنچتی ہیں۔ ریڈیو عوام کو سیاسی،معاشی اور معاشرتی ترقی کے متعلق آگاہ کرتا ہے۔اسی طرح ٹیلی ویژن بھی اپنے دیکھنے وسننے والوں کو اہم اطلاعات بہم پہنچاتا ہے اور رنگا رنگ پروگرام پیش کرتا ہے۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں سے لوگ محظوظ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں لیکن خرابی یہ ہے کہ ہر شخص ان کو خریدنے یا ان کے پروگراموں کو سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتا یعنی یہ ذریعہ عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہے۔مزید یہ کہ حکومت کا ان ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہوتا ہے۔رائے عامہ حکومت کے حق میں ہموار ہوتی ہے اور حکومت مطلق العنان بن جاتی ہے۔

3- کمپیوٹر

ذرائع ابلاغ کا اہم ذریعہ کمپیوٹر ہے جو کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا ایک شاہکار ہے۔کمپیوٹر پر بھی حکومت اور دیگر ادارے اپنی اپنی ویب سائٹ بناتے ہیں جن کے ذریعے خبروں اور رپورٹوں کو ریلیز کیا جاتا ہے جو رائے عامہ کی تشکیل کے ضمن میں اہم

کردار ادا کرتی ہیں لیکن ان میں بھی بعض اوقات رپورٹیں غلط ہوتی ہیں جو عوام کے لیے زہر قاتل ہیں۔ مزید یہ کہ ہر آدمی نہ کمپیوٹر خریدنے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ ہی اس کو استعمال کرنے کی تربیت رکھتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی اہمیت

1- مسائل سے آگاہی

ذرائع ابلاغ عوام کے مسائل سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ عوام کے مسائل معلوم کرنے کے بعد حکومت تک پہنچاتے ہیں اور حکومت عوام کے مسائل جان کر ان کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ آج کل کی ریاست چونکہ فلاحی ریاست ہے اس لیے وہ عوام کے مسائل حل کرنے میں گہری دلچسپی لیتی ہے۔

2- نظریات کی تشکیل

ذرائع ابلاغ میں قومی اہمیت کے حامل نظریات کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے اور عوام کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ بحث کے نتیجہ میں ذرائع ابلاغ کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ کر ان کا عوام میں پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ نتیجتاً عوام میں نظریات کی تشکیل ہوتی ہے اور نظریات میں پختگی بھی آتی ہے۔

3- رائے عامہ کو متاثر کرنا

ذرائع ابلاغ رائے عامہ کو بہت جلد متاثر کرتے ہیں۔ اگر ذرائع ابلاغ رائے عامہ کو مثبت طور پر متاثر کریں تو فلاحی ریاست کے لیے بہت مفید ہیں۔ اخبارات و رسائل، ریڈیو ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر اپنے اپنے طریقوں سے رائے عامہ کو متاثر کر رہے ہیں۔

4- قومی یکجہتی و اتحاد پیدا کرنا

اگر ذرائع ابلاغ مثبت انداز میں کام کر رہے ہوں تو قوم میں یکجہتی و اتحاد پیدا ہوتا ہے جس سے عوام کی فلاح و بہبود کے بے شمار کام سرانجام پاتے ہیں۔

5- حقوق و فرائض سے آگاہی

ذرائع ابلاغ عوام میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں حقوق و فرائض سے آگاہی بھی پیدا کرتے ہیں جو کسی ریاست کو فلاحی ریاست بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

سوالات

1- ریاست کی تعریف کریں اور اس کے لازمی عناصر کی تفصیل بیان کریں۔
2- اسلامی ریاست کے فرائض تحریر کریں۔
3- ایک فلاحی ریاست میں ذرائع ابلاغ کے کردار پر روشنی ڈالیں۔
4- ذرائع ابلاغ کی اہمیت بیان کریں۔

باب 4 حکومت
(Government)

تعریف (Definition)

حکومت ، ریاست کے لازمی چار عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔حکومت دراصل ریاست کی ایجنٹ ہوتی ہے جو اس کی مرضی کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔حکومت ایک ایسا سیاسی ادارہ ہے جو قانون بناتا ہے، قانون نافذ کرتا ہے اور اس کی تشریح کرتا ہے۔

حکومت کے شعبے (Organization of Government)

جب ہم حکومت کے طریقہ کار پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دینے کے لیے قانون سازی کرتی ہے، اس کے ذریعہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور قانون کا نفاذ کرتی ہے۔حکومت یہ کام تین شعبوں یعنی مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ سے لیتی ہے۔ مقنّنہ قانون سازی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔انتظامیہ قوانین کا نفاذ عمل میں لانے کی ذمہ دار ہوتی ہے اور عدلیہ قانون کی تشریح وتعبیر کرتی ہے اور اس کے مطابق انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا فرض ادا کرتی ہے۔

قدیم دور کی حکومتوں میں اگرچہ یہ تینوں قسم کے فرائض الگ الگ محکمے سرانجام دیتے تھے لیکن بادشاہ یا حکمران اس کا نگران ہوتا تھا اور حقیقی اختیارات کا مالک وہی ہوتا تھا۔حکومت کے تمام شعبے اسی کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے۔ جمہوری نظام کے فروغ کے ساتھ ساتھ حکومت کے تینوں شعبوں میں اختیارات کی علیحدگی کا نظریہ جڑ پکڑ گیا۔اب بھی یہ تینوں شعبے مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ الگ الگ تشکیل پاتے ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں بھی آزاد ہوتے ہیں۔حکومت کے مندرجہ ذیل شعبے ہیں۔

(الف) مقنّنہ (Legislature)

مقنّنہ کا اہم ترین کام ملک کے لیے قانون سازی کرنا ہے۔لیکن یہ اپنے اس فریضے کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اور بہت سے فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔مقنّنہ حکومت کے تین شعبوں میں سے اہم ترین شعبہ ہے۔کیونکہ یہ شعبہ جو بھی قانون بناتا ہے ، اسی کا نفاذ انتظامیہ کرتی ہے اور اسی کے مطابق عدلیہ اپنے فرائض ادا کرتی ہے۔مقنّنہ عوام کے منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ ایک بااختیار ادارہ ہے۔

مقنّنہ کی تنظیم (Organization of Legislature)

1- ممبران کی تعداد

مقنّنہ پوری قوم کی نمائندہ ہوتی ہے اس لیے ممبران کی تعداد کا تعین کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں کی مناسب نمائندگی ہو سکے۔یہ بھی ضروری ہے کہ بحث ومباحثہ کے لیے ممبران کی تعداد

اتنی زیادہ نہ ہو کہ ایوان کا نظم و ضبط برقرار رکھنا مشکل ہو جائے اور کسی نتیجے پر پہنچنے میں دشواری ہو جائے۔دستور کے مطابق مقنّنہ کے اراکین کی تعداد مقرر ہوتی ہے۔

2-نمائندگی کا اصول

موجودہ جمہوری دور میں عوامی نمائندگی کے اصول کو بالا دستی حاصل ہوگئی ہے۔نمائندگی کے اس جدید اصول کے مطابق ملک کے ووٹروں کی تعداد،عمر اور اہلیت کے اعتبار سے متعین کی جاتی ہے تا کہ ہر حلقے کے لوگوں کو ایوان میں نمائندگی حاصل ہو سکے۔

3-مدت

ایک اہم چیز مقنّنہ کی مدت کا تعین کرنا ہے۔ مدت نہ تو اتنی مختصر ہو کہ ممبران کو قانون سازی کے متعلق معاملات کا علم بھی نہ ہو سکے اور نہ یہ مدت اتنی طویل ہو کہ ان حالات میں بالکل تبدیلی واقع ہو جائے جن کے تحت ممبران کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔

4-طریقہ انتخاب

مقنّنہ کے ممبران کا انتخاب بلاواسطہ یا بالواسطہ طریقے سے کیا جاتا ہے۔

مقنّنہ کے فرائض (Functions of Legislature)

1-قانون سازی کے فرائض

قانون سازی کے لیے بڑے سوچ بچار اور گہرے غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے۔مقنّنہ کا زیادہ تر وقت اسی اہم فریضے کی ادائیگی میں صرف ہوتا ہے۔ قانون ساز مجلس کے ارکان عوام کے منتخب کردہ ہوتے ہیں اس لیے وہ ذمہ داری کے ساتھ عوام کی مرضی کے مطابق قانون سازی کے فریضے کو سرانجام دیتے ہیں۔ملکی ضرورت کے مطابق مختلف مسودات قانون مقنّنہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔وہ ان کی ایک ایک شق پر غور کرتی ہے اور خوب چھان بین کر کے انھیں قانون کی شکل دے دیتی ہے یا مسترد کر دیتی ہے۔ مقنّنہ نئے قوانین بنانے کے علاوہ پرانے قوانین میں حالات وضروریات کے مطابق ترمیم کا کام بھی سرانجام دیتی ہے۔

2-مالیاتی فرائض

انتظامیہ کو کاروبارِ حکومت اور نظم ونسق چلانے کے لیے روپیہ درکار ہوتا ہے۔اس روپے کی منظوری اسے مقنّنہ سے حاصل کرنا پڑتی ہے۔ مقنّنہ کی منظوری کے بغیر انتظامیہ کوئی ٹیکس وصول نہیں کر سکتی ہے اور نہ اخراجات کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔انتظامیہ اس مقصد کے لیے ہر سال مقنّنہ کے سامنے بجٹ (آمدنی واخراجات کا اندازہ) پیش کرتی ہے۔مقنّنہ پورے غور وخوض اور ضروری تبدیلیوں کے بعد بجٹ کی منظوری دیتی ہے۔اس طرح یہ حکومت کو ضروری مالیات کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اخراجات کرنے کا مجاز بناتی ہے۔

3-انتظامی فرائض

جمہوری ریاستوں میں مقنّنہ بعض انتظامی فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔ پارلیمانی طرز حکومت میں کابینہ اپنی اجتماعی حیثیت میں مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے اور اس کی تشکیل بھی مقنّنہ ہی سے کی جاتی ہے۔ صدارتی طرز حکومت میں صدر مملکت اہم عہدوں پر تقرریاں کرتے وقت، اعلان جنگ کرنے سے پہلے یا معاہدات (Treaties) کرتے وقت مقنّنہ کو اعتماد میں لیتا ہے۔ امریکہ میں صدر کے لیے ایسے تمام معاملات میں امریکی ایوان بالا (Senate) سے منظوری حاصل کرنا ضروری ہے۔

4- عدالتی فرائض

بعض اوقات مقنّنہ عدالتی فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔ امریکہ میں کانگرس صدر، نائب صدر اور وفاقی عدلیہ کے ججوں کا مواخذہ (Impeachment) کرسکتی ہے۔ برطانیہ میں دارالامراء کے قانونی امراء ملک کی سب سے بڑی اور آخری عدالت کے طور پر کام کرتے ہیں۔

5-دستور میں ترمیم کے فرائض

مقنّنہ دستور میں ترمیم کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ جن ممالک کے آئین تحریری ہیں وہاں مقنّنہ آئین میں ترامیم کرنے کی مجاز ہے۔ یہ ترمیم دونوں ایوانوں کی اکثریت سے ممکن ہوتی ہے

6- عوامی شکایات کا ازالہ کرنا

مقنّنہ عوامی شکایات حکومت کے نوٹس میں لانے اور ان کا ازالہ کرانے کا بھی اہم ذریعہ ہوتی ہے۔ مقنّنہ کے اراکین کو اجلاس میں ہر بات کہنے کی کھلی آزادی حاصل ہوتی ہے اور وہ عوامی شکایات کو حکومت کی نظر میں لانے کے لیے کئی طریقے اختیار کرسکتے ہیں مثلاً تحریک التوا، قراردادیں اور سوالات وغیرہ۔

(ب) انتظامیہ (Executive)

حکومت کا دوسرا اہم شعبہ انتظامیہ ہے جو قوانین کا نفاذ کرتی ہے۔ انتظامیہ حکومت کے تیسرے شعبہ یعنی عدلیہ کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی بھی ذمہ دار ہوتی ہے۔ انتظامیہ اپنے وسیع معنوں میں حکومت کے تمام افراد یعنی ایک پولیس کے سپاہی سے لے کر سربراہِ مملکت تک لیکن اپنے محدود معنوں میں یہ صرف انتظامیہ کے اعلیٰ ترین ارکان پر مشتمل ہوتی ہے مثلاً پارلیمانی طرز حکومت میں سربراہ مملکت وزیراعظم اور اس کی کابینہ کے وزراء انتظامیہ کہلاتے ہیں جبکہ صدارتی نظام میں صدر اور اس کے وزراء انتظامیہ کہلاتے ہیں۔

انتظامیہ کے فرائض (Functions of Executive)

جدید جمہوری ریاستوں میں انتظامیہ کا سب سے اہم فریضہ مقنّنہ کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ کرنا ہوتا ہے

لیکن اس کے علاوہ کئی اور فرائض بھی سرانجام دیتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- ملکی نظم ونسق چلانا

انتظامیہ مقنّنہ کے بنائے ہوئے قوانین کو عملی جامہ پہناتی ہے اور ان کے مطابق ریاست کے نظم ونسق کو چلانے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ ملکی دفاع کا انتظام کرنا اور اندرونی طور پر امن و امان قائم رکھنا انتظامیہ کا سب سے اہم فرض ہے۔ اس کے لیے وہ مسلح افواج اور پولیس کو منظم کرتی ہے۔

2- قانون سازی کے فرائض

ملکی دستور کے مطابق انتظامیہ کا سربراہ مقنّنہ کا اجلاس بلانے' اسے برخاست کرنے اور مقنّنہ کو توڑنے کا اختیار رکھتا ہے نیز جب مقنّنہ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو وہ عارضی طور پر آرڈیننس (Ordinance) جاری کر سکتا ہے۔ صدارتی طرز حکومت میں صدر مقنّنہ کے منظور کردہ قانون میں ترمیم کرنے یا اسے مسترد کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ جسے حق استرداد (Veto Power) کہتے ہیں۔

3- عدالتی فرائض

انتظامیہ کا سربراہ ملکی عدلیہ کے ججوں کا تقرر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ رحم کی اپیل کی صورت میں وہ عدلیہ کی دی ہوئی سزا میں کمی یا مجرم کو معافی دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ وہ سزائے موت کو عمر قید میں بھی تبدیل کر سکتا ہے۔

4- مالیاتی فرائض

موجودہ جمہوری ریاستوں میں انتظامیہ سالانہ بجٹ تیار کر کے مقنّنہ سے اس بجٹ کی منظوری لیتی ہے۔ سالانہ بجٹ تیار کرنا انتظامیہ کی وزارتِ خزانہ کا کام ہے۔ اس کے بعد انتظامیہ پورا سال منظور شدہ بجٹ کے مطابق ملکی مالیات کا نظام چلاتی ہے۔

5- امور خارجہ کے فرائض

انتظامیہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ملکی خارجہ پالیسی کو صحیح خطوط پر تشکیل دے اور بیرونی ملکوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے لیے اقدامات کرے۔ بیرونی ملکوں سے معاہدات کرنا اور ملکی مفاد کے پیش نظر بین الاقوامی معاملات میں درست پالیسی وضع کرنا وزارت خارجہ کے فرائض میں شامل ہے۔

(ج) عدلیہ (Judiciary)

حکومت کا تیسرا اہم شعبہ عدلیہ ہے عدل و انصاف کا حصول انسان کی اہم ترین ضرورت اور فطری خواہش ہے۔ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جو عظیم الشان اسلامی ریاست قائم کی تھی۔ اس میں عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اس کے تحت سربراہ مملکت یا حکومت کو بھی قاضی (Judge) کے حکم پر ایک عام شہری کی طرح عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ موجودہ دور میں کسی ریاست کے مہذب ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی عدلیہ کس حد تک با اختیار اور آزاد ہے۔ ایک با اختیار اور آزاد عدلیہ شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور محافظ ہوتی ہے۔

کسی ریاست کی عدلیہ کی تنظیم ایک ایسے درخت کی مانند ہوتی ہے جس کی شاخیں اردگرد پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ اپنی غذا اپنے تنے سے حاصل کرتی ہیں۔ اسی طرح ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ(Supreme Court) ہوتی ہے جو ملک کے پورے عدالتی نظام کو اپنی نگرانی میں چلاتی ہے۔ اس کے ماتحت صوبوں کی بڑی عدالتیں ہوتی ہیں جو ہائی کورٹس(High Courts) کہلاتی ہیں۔ ان کی زیرنگرانی ضلعی اور مقامی عدالتیں کام کرتی ہیں۔

عدلیہ کے فرائض(Functions of Judiciary)

1-عدل و انصاف

عدلیہ کا اہم ترین فریضہ عدل و انصاف مہیا کرنا ہے۔ عدالتیں مقدمات کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دینے اور بے گناہوں کو آزاد کرنے کی مجاز ہوتی ہیں۔ اعلیٰ ملکی عدالتیں اپنی ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں بھی سنتی ہیں۔ اس طرح ان کے فیصلوں پر نظرثانی کر کے اپنا حتمی فیصلہ سناتی ہیں۔ آزاد عدلیہ کی وجہ سے کوئی بھی حکومت ملکی قانون کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی۔ عوام اپنے بنیادی حقوق کا تحفظ عدلیہ کے ذریعے کرتے ہیں۔ عدلیہ لوگوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور محافظ ہوتی ہے۔

2- قانون کی تشریح

جب کسی مقدمے میں براہ راست قانون کا اطلاق نہ ہوتا ہو تو عدلیہ متعلقہ قانون کی تشریح کر کے اس کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس طرح جج صاحبان ایسی مثالیں (Precedents) قائم کر دیتے ہیں جو بعد کے مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت ججوں کے سامنے رہتی ہیں اور ملکی قانون کی طرح تصور ہونے لگتی ہیں۔

3-آئین کی تشریح

وفاقی طرز حکومت میں ملکی آئین مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے اختیارات کی واضح نشان دہی کرتا ہے اگر ان دونوں حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم پر جھگڑا ہو جائے تو ملک کی اعلیٰ عدالت کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جو آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے۔

4-عدالتی نظرثانی

جن ریاستوں میں تحریری دستور نافذ العمل ہے وہاں مقننہ کے منظور کردہ قوانین پر نظرثانی کا اختیار سپریم کورٹ کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر سپریم کورٹ(Supreme Court) کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے کہ مجلس قانون ساز کا منظور کردہ قانون آئین کے خلاف ہے تو یہ اس قانون کا جائزہ لیتی ہے اور اگر اسے ملکی آئین کے خلاف پائے تو اسے کالعدم قرار دے دیتی ہے۔ اس عمل کو عدلیہ کی نظرثانی(Judicial Review) کہتے ہیں۔ امریکہ اور کئی دوسرے ملکوں کی اعلیٰ عدلیہ کو یہ اختیار حاصل ہے۔

5-مشاورتی فرائض

بعض اوقات سربراہ مملکت کو کسی اہم قانونی نکتے کی وضاحت کے لیے عدالت عظمیٰ سے مشورہ طلب کرنا پڑتا

ہے اور پھر وہ اس مشورے کی روشنی میں ضروری اقدامات کرتا ہے۔ اگرچہ انتظامیہ عدلیہ کے مشورے کی پابند نہیں ہوتی لیکن عموماً وہ اس کے مشورے کو نظر انداز نہیں کرتی۔

اطرازِ حکومت (Forms of Government)

جمہوریت(Democracy)

آج تک دنیا کے مختلف ممالک میں جس قدر حکومتیں قائم رہی ہیں۔ ان میں بادشاہیت ، آمریت اور جمہوریت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔لیکن موجودہ دور میں جمہوریت کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اب دنیا کی تقریباً تمام قومیں جمہوری طرز حکومت کو بہترین نظام حکومت سمجھتی ہیں۔

تعریف(Definition)

لفظی اعتبار سے جمہوریت کے معنی ''عوام کی حکومت ''ہے۔ جمہوریت کو انگریزی میں ڈیمو کریسی(Democracy) کہتے ہیں۔

یہ لفظ دو یونانی الفاظ ڈیموس(Demos)اور کریٹس(Kratos) سے اخذ کیا گیا ہے۔ پہلے لفظ کا مطلب''عوام'' جبکہ دوسرے کا مطلب'' حکومت'' ہے۔ اس لیے جمہوریت کا مطلب عوام کی حکومت ہے۔ جمہوریت کی تعریف مختلف انداز اور الفاظ میں کی گئی ہے۔

جمہوریت کی خوبیاں (Merits of Democracy)

1- عوام کی حکومت

جمہوریت میں حکومت بنانے کا اختیار عوام کو حاصل ہوتا ہے۔عوام کے ووٹوں سے منتخب شدہ نمائندے عوام کی مرضی کے مطابق حکومت چلاتے ہیں۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جمہوری نظام حکومت میں عوام بالواسطہ نظام حکومت چلا رہے ہوتے ہیں۔

2- ذمہ دار حکومت

جمہوری حکومت ذمہ دار حکومت ہوتی ہے کیونکہ عوامی نمائندے اپنے ہر فیصلے میں عوامی مفادات اور خواہشات کو مدنظر رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بصورت دیگر آنے والے انتخابات میں عوام غیر مقبول سیاسی جماعتوں اور نمائندوں کو مسترد کر دیتے ہیں۔ اسی لیے کابینہ کے تمام ممبران اسمبلیوں میں منتخب نمائندوں کے سوالات کے جوابات دینے کے پابند ہوتے ہیں۔

3- عوامی فلاح و بہبود

جمہوری حکومت دیگر طرز حکومتوں کے مقابلے میں عام لوگوں کی فلاح و بہبود کا زیادہ خیال رکھتی ہے اور عوامی فلاح و بہبود کے متعلقہ مختلف امور مثلاً تعلیم، صحت، امن عامہ اور دیگر تعمیر و ترقی کے بڑے بڑے منصوبے بناتی ہے۔

4- یگانگت اور حب الوطنی

اس طرز حکومت میں عوام اور ان کے منتخب نمائندے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں اور حکومت کو اپنی حکومت سمجھتے ہیں۔لہٰذا وہ صوبائیت پرستی، فرقہ واریت اور لسانی منافرت کو بالائے طاق رکھ کر زیادہ حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

5- مساوی حقوق اور یکساں مواقع

جمہوریت آزادی اور مساوات کی علمبردار ہوتی ہے۔ تمام شہریوں کو بلا امتیاز مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں اور معاشرے کے ہر فرد کو ترقی کے مساوی مواقع میسر آتے ہیں۔

6- سیاسی تربیت اور شعور کا اہتمام

اس نظام میں خود کار طریقے سے عوام کی سیاسی تربیت جاری رہتی ہے کیونکہ مسلسل انتخابی عمل سے عوامی سیاسی شعور میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے نیز اسمبلیوں میں بحث و تکرار خصوصاً حزب اختلاف کے فعال اور مثبت کردار سے عوام کی سیاسی سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔اسی طرح سیاسی جماعتیں بھی رائے عامہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

7- تحمل، برداشت اور رواداری کا درس

جمہوریت میں اختلاف رائے اور تنقید کو نظام حکومت کے اہم اجزا سمجھا جاتا ہے لہٰذا قدیم نظاموں کی طرح حکومت پر تنقید کو ریاست سے غداری نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسمبلیوں کے اندر اور باہر ہر طرح کی فیصلہ سازی کے متعلق کھل کر بحث کی جاتی ہے اور عوامی رائے کو مدنظر رکھ کر مناسب ترامیم بھی کی جاتی ہیں۔

8- پرامن انتقالِ اقتدار

جمہوری نظام میں حکومت کو تبدیل کرنے کے لیے آئینی اور پرامن ذرائع موجود ہیں لہٰذا محدود مدت کے بعد دوبارہ پرامن انتخابات کے ذریعے باآسانی حکومت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح جمہوریت میں عوام مایوس ہو کر خونی انقلاب یا تصادم کی بجائے اپنے ووٹ کی طاقت سے پرامن انتقال اقتدار یقینی بناتے ہیں۔

9- انسانی وقار کی علامت

جمہوریت کے نظام نے انسانوں کو اپنی قسمت کا حاکم اور اپنی زندگی کے فیصلے اپنی مرضی کے مطابق طے کرنے کا ذریعہ فراہم کیا ہے۔ جمہوریت نے اچھے معاشرے کے قیام کی تکمیل میں انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس نے انسان کو

اپنے بنیادی حقوق سے آگاہ کیا ہے اور اس کے حصول کے لیے بھی بڑی حد تک رہنمائی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی جمہوری حکومت ظلم نہیں کر سکتی۔ اس طرح اس نظام نے انسانی وقار میں اضافہ کیا ہے۔

جمہوریت کی خامیاں (Demerits of Democracy)

1- محض اکثریت کی حکومت

جمہوریت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں فیصلے اکثریت سے ہوتے ہیں خواہ اکثریت کا تناسب کتنا ہی کم کیوں نہ ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اکثریت میں اعلیٰ درجے کی قابلیت پائی جاتی ہے یعنی جمہوریت میں اہلیت کی بجائے تعداد پر زور دیا جاتا ہے۔

2- سیاسی عدمِ استحکام اور پارٹی بازی

جمہوریت قوم کو پارٹیوں، گروپوں اور دھڑوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اکثر ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے اور یوں بعض اوقات قومی اتحاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے لہٰذا اہم قومی امور پر اتفاق رائے نہیں ہو پاتا۔

3- پالیسیوں میں تسلسل کا فقدان

جمہوریت میں طے شدہ محدود مدت کے بعد نئی حکومت اقتدار میں آتی ہے۔ ہر آنے والی نئی حکومت محض پارٹی بازی کی وجہ سے پرانی پالیسیوں کو بدل دیتی ہے جس سے ملک میں عدم استحکام پیدا ہوسکتا ہے۔ اکثر قومی مفاد والی پالیسیاں بھی سیاسی منافرت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔

4- بے جا اُصراف

یہ طرز حکومت نسبتاً مہنگا سمجھا جاتا ہے کیونکہ نہ صرف انتخابات کے انعقاد پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں بلکہ قانون ساز اداروں، وزرا اور مشیروں کے حوالے سے ضروری اور غیر ضروری اخراجات کی طویل فہرست جمہوریت کو عوام پر بوجھ بنا دیتی ہے۔

5- سست رفتار نظام حکومت

یہ طرز حکومت بنیادی طور پر ایک سست رفتار نظام حکومت ہے کیونکہ دانستاً تفصیلی بحث و مباحثے کو ایک پیچیدہ اور طویل عمل سے گزارا جاتا ہے تاکہ بہتر سے بہتر فیصلے تک پہنچا جا سکے۔ لیکن عموماً اس میں بہت سا بیش قیمت وقت ضائع ہوتا ہے اور اہم فیصلہ سازی سست روی کا شکار ہو جاتی ہے۔

6- ہنگامی حالات میں فیصلہ سازی میں تاخیر

جمہوریت کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ مختلف ہنگامی حالات مثلاً جنگ وغیرہ کی صورت میں فوری فیصلہ سازی ممکن نہیں

ہوتی کیونکہ جمہوریت میں پائی جانے والی سست روی آڑے آسکتی ہے۔

7-سیاسی مفاہمتوں پر مبنی حکومت

سیاسی جماعتوں کے بغیر جمہوریت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔کبھی کبھی ملک کی سیاسی جماعتوں کی موجودگی سے کوئی ایک پارٹی انتخابات میں واضح اکثریت حاصل نہیں کر سکتی تو مخلوط حکومت بنانا پڑتی ہے اور مخلوط حکومت ہمیشہ کمزور ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح آئے دن حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔لہٰذا سیاسی جوڑ توڑ اور اقربا پروری کے لیے میرٹ کی خلاف ورزی اور بدعنوانی کے ارتکاب کا خدشہ بھی موجود رہتا ہے۔

(ب) آمریت(Dictatorship)

انگریزی لفظ ڈکٹیٹر شپ(Dictatorship) لاطینی(Latin) لفظ ڈکٹیٹر(Dictator) سے نکلا ہے جس کے معنی ’’مطلق العنان اختیارات کا مالک شخص‘‘ ہے۔آمریت سے مراد ایسی طرز حکومت ہے جس میں حکومت کے تمام اختیارات کسی فرد واحد (آمر) کے پاس ہوتے ہیں جو کسی سے مشورے کا پابند نہیں ہوتا۔اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات قانون کا درجہ رکھتی ہے۔عام طور پر آمر حکومت کا اقتدار فوجی طاقت کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور جب تک یہ طاقت اس کا ساتھ دیتی ہے وہ اپنا تسلط قائم رکھتا ہے۔آمر اپنے اقتدار کو دیر تک قائم رکھنے کے لیے تمام جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرتا ہے اور اپنے آپ کو ملک کا نجات دہندہ سمجھتا ہے اس لیے وہ ملک میں کسی کو مخالفانہ رائے کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا۔آمریت میں صرف ایک پارٹی کی حکومت ہوتی ہے۔دوسری سیاسی پارٹیوں کو جبراً ختم کر دیا جاتا ہے۔آمریت میں آمر سیاہ و سفید کا مالک ہوتا ہے۔سب اس کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں لیکن وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتا۔اٹلی میں مسولینی، برطانیہ میں کرامویل اور پاکستان میں ایوب خان کی حکومتیں آمریت کی مثالیں ہیں۔

خوبیاں(Merits)

1-فوری فیصلے

چونکہ آمریت میں فیصلہ سازی کا اختیار فرد واحد کے پاس ہوتا ہے لہٰذا فوری فیصلے کیے جا سکتے ہیں۔ایک آمرانہ حکومت عوامی امور میں کم دلچسپی لینے والے لوگوں سے بھی زیادہ کام لے سکتی ہے جبکہ جمہوری حکومت میں یہ خاصا مشکل ہے۔ مثال کے طور پر جرمنی پہلی جنگ عظیم میں تباہ ہو کر رہ گیا تھا لیکن ہٹلر نے تھوڑے ہی عرصے میں جرمنی کو اول درجے کی قوت بنا دیا تھا۔

2-پالیسی میں تسلسل

چونکہ یہ طرز حکومت عموماً مضبوط اور طویل ہوتا ہے اور پالیسی بھی ایک جیسی رہتی ہے اس لیے جو بھی پروگرام بنایا جاتا

ہے اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

3-ہنگامی حالات کے لیے موزوں

اس طرز حکومت میں فرد واحد تمام اختیارات کا مالک ہوتا ہے جو تمام مسائل کے حل کے لیے فوری فیصلے کرتا ہے۔ اس طرح عموماً وہ ہنگامی حالات پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

4-قومی اتحاد

اس نظام میں مخالف سیاسی جماعتوں کی عدم موجودگی سے لوگوں میں پارٹی بازی اور گروہ بندی ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا عموماً وقتی طور پر لوگوں میں یکجہتی اور قومی اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔

5-مضبوط دفاع

آمریت میں اقتدار کا انحصار فوجی قوت پر ہوتا ہے اس لیے فوجی قوت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ لہٰذا اس حکومت میں ریاست کا دفاع مضبو ہوتا ہے اور ریاست اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رہتی ہے۔

خامیاں (Demerits)

1-آزادی کا خاتمہ

آمریت میں فرد کی آزادی مکمل طور پر ختم کر دی جاتی ہے اور اس میں فرد کے لیے ذہنی اور قلبی سکون حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

2-خوف و ہراس

آمر کے اقتدار کا انحصار طاقت کے بل بوتے پر ہوتا ہے اور وہ اقتدار کی حفاظت کے لیے قوت کا بے دریغ استعمال کرتا ہے جس کی وجہ سے ملک میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے اس انتشار کی وجہ سے ملکی معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔

3-غیر ذمہ دار حکومت

آمریت میں بحث و مباحثے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور اختلاف رائے کو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے لہٰذا تصویر کا دوسرا رخ کبھی سامنے نہیں آتا اور آمر کی مسلسل غلطیوں سے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ غیر ذمہ دار حکومت ہے اور لوگ تبدیلی کا سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔

4-تحقیقی صلاحیتوں کا خاتمہ

آمریت میں عوام کا کام اعلیٰ افسروں کے احکامات بجالانا ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں غور و فکر اور ایجاد کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ملک ماہرین کی آزادانہ رائے سے محروم رہ جاتا ہے اور علمی و تحقیقی ترقی رک جاتی ہے۔

5- غیر یقینی نظام حکومت

عموماً آمریت ہنگامی اور بحرانی دور کی پیداوار ہوتی ہے اور آئے دن نئے نئے بحرانوں سے برسر پیکار رہتی ہے۔ لٰہذا آمریت کے انجام کے بارے میں شبہات موجود رہتے ہیں اس لیے آمریت کو اپنانا ملک کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

6- اَمن دشمن

آمر کی تشدد آمیز پالیسی عوامی ردعمل کو بھی پر تشدد بنا دیتی ہے۔ ملکی ترقی کے لیے عوام کو اعتماد میں لینا ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ آمریت عوام کو صرف حکم دینا جانتی ہے اور یہ چیز ملک کی ترقی کے لیے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ آمروں سے ہمیشہ عالمی امن کو بھی خطرہ رہا ہے۔

7- شخصیت پرستی

آمرانہ نظام حکومت کلی طور پر ایک شخصیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس میں آمر کو بلند و بالا اور مقدس ہستی کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ آمر ہی وہ شخصیت ہے جو عوام کے تمام دکھوں اور مسائل کا حل ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ آمر بہرحال ایک انسان ہے اور غلطی بھی کرسکتا ہے جس سے عوام پر برا اثر پڑسکتا ہے۔ اس لیے عوام کی وابستگیاں ایک فرد کی بجائے ملکی اداروں سے ہونی چاہیں۔

8- قومی انتشار اور خونی انقلاب کا خطرہ

آمر سے نجات حاصل کرنے کے لیے عوام کو تشدد اور خون خرابے کی راہ اختیار کرنا پڑتی ہے۔ عموماً آمر سے نجات موت یا انقلاب کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ لٰہذا آمریت کا پیدا کردہ قومی اتحاد عموماً مصنوعی ثابت ہوتا ہے۔

9- اَقربا پروری اور طاقت کا غلط استعمال

آمر اپنی طاقت کے بے جا استعمال پر کسی کو جوابدہ نہیں ہوتا لٰہذا عموماً اَقربا پروری اور طاقت کے ناجائز استعمال کا خدشہ موجود رہتا ہے۔

اچھا نظام حکومت اور فلاحی ریاست (Good Governance and Welfare State)

اچھا نظام حکومت سے مراد حکومت کرنے کا ایسا فن ہے جس میں تمام عوامی فیصلے و دیگر حکومتی معاملات صاف اور شفاف طریقے سے سرانجام دیے جائیں۔ حکومتی عہدیداروں کو اپنے اپنے عہدوں کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ حکومت اور عوام کے درمیان قریبی تعلق قائم کیا جائے۔ اس نظام حکومت میں تمام معاشرتی و سیاسی گروہوں کو حکومت کے کاروبار میں برابر کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔ پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر مل کر فلاحی کام کرتے ہیں۔ ایک فلاحی ریاست کے اچھے نظام حکومت میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

1- عدل وانصاف کا قیام

یہ نظام عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے۔کسی فرد یا طبقہ سے کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کا سلوک ہوتا ہے۔

2- جمہوری اقدار کا فروغ

اس نظام میں جمہوری اقدار مثلاً مساوات، انصاف، برداشت، آزادی وغیرہ کوفروغ دیا جاتا ہے۔ظلم وتشدد کو ختم کر کے تمام لوگوں کو برابر کے انسانی حقوق دیے جاتے ہیں۔

3- بدعنوانی کا خاتمہ

اس نظام حکومت میں بدعنوانی کا مکمل خاتمہ کیا جاتا ہے۔انتظامیہ ایماندار ہوتی ہے اور ہر کام شفاف طریقے سے کرتی ہے۔اگر انتظامیہ میں کوئی بدعنوان عنصر موجود ہوتو اسے نکال دیا جاتا ہے۔

4- خوشحال معاشرے کا قیام

اچھی انتظامیہ معاشرہ کوخوشحال اور ملک کو معاشی طور پرمضبوط کرتی ہے۔ملک و معاشرہ کو پسماندہ رکھنا اچھی انتظامیہ کے اصولوں کے خلاف ہے۔

5- مکمل مذہبی آزادی

اچھی انتظامیہ ملک میں مکمل مذہبی آزادی کوفروغ دیتی ہے اورتمام اقلیتوں کوان کے مذاہب کے مطابق عبادات کی مکمل آزادی ہوتی ہے۔

6- استحصال سے پاک معاشرہ

اچھی حکومت استحصال سے پاک معاشرہ قائم کرتی ہے۔یعنی کوئی طبقہ کسی دوسرے کا استحصال نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی طبقہ کواس کے حق سے محروم رکھا جاسکتا ہے۔

7- ذمہ دار حکومت کا اصول

اچھی حکومت ذمہ دار حکومت کا اصول اپناتی ہے اورخود کوعوام اور متعلقہ اداروں کے سامنے جوابدہ بناتی ہے، اسی طرح حکومت کا ہر کارندہ بھی اپنے فرائض کے لیےعوام کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔

8- احتساب کا اصول

حکومت کے ہر کارندے کو احتساب کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک کی نااہلی اور لاپرواہی پر سزا دی جاتی ہے اور اس اصول کو اپنانے سے ایک صاف ستھری انتظامیہ معرض وجود میں آتی ہے۔

9- مناسب منصوبہ بندی

اچھی انتظامیہ ملک وقوم کی ترقی کے لیے مناسب منصوبہ بندی کرتی ہے اور اس کوعملی جامہ پہناتی ہے۔مناسب منصوبہ بندی سے ہی ملکی ترقی ممکن ہے۔

10- حکومت اور عوام میں رابطہ

اچھی انتظامیہ حکومت اور عوام میں قریبی رابطہ پیدا کرتی ہے تا کہ حکومت عوام کے مسائل معلوم کر سکے اور ان کے حل کے لیے مناسب اقدام اٹھا سکے۔ اس سے عوام کا حکومت پر اعتماد بڑھتا ہے۔

11- مہارت کا اصول

اچھی حکومت مہارت کے اصول پر کام کر رہی ہوتی ہے یعنی جو فرد جس کام کا ماہر ہے اس کو وہی کام سونپا جاتا ہے۔ جس سے حکومت کی کارکردگی میں بہتری آتی ہے۔

12- شفافیت کا اصول

اچھی حکومت شفافیت کے عمل کو یقینی بناتی ہے اور عوام سے متعلقہ تمام فیصلہ سازی کے امور مخفی نہیں رکھے جاتے بلکہ ہر شخص کو سرکاری دستاویز تک مکمل رسائی فراہم کی جاتی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے حکومت کا کردار اور فرائض

(Government's Role and Functions in Islamic Perspective)

اسلامی نقطہ نظر سے حکومت کا یہ کردار ہے کہ وہ ریاست میں بسنے والے تمام افراد کے بنیادی حقوق کا خیال رکھے۔ ان کی ترقی، خوشحالی اور فلاح و بہبود پر زیادہ سے زیادہ توجہ دے تا کہ افراد میں اپنی ریاست کے لیے وفاداری کے جذبات پیدا ہوں۔

اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے فلاحی ریاست کا ایک ایسا نقشہ پیش کیا جس میں ہر فرد کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلامی حکومت ہر فرد کو معاشی و معاشرتی تحفظ فراہم کرتی ہے تا کہ وہ مطمئن زندگی گزار سکے

اسلامی حکومت کے فرائض

1- امن وامان کا قیام

اسلامی حکومت کا اہم فرض ہے کہ ریاست میں امن و امان قائم کرے تا کہ لوگ سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

2- ملکی دفاع

اسلامی حکومت ملکی دفاع پر خاص توجہ دیتی ہے تا کہ بیرونی خطرات سے تحفظ حاصل ہو سکے۔

3- انصاف کا قیام

فوری اور سستا انصاف فراہم کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے تا کہ لوگوں میں احساس محرومی پیدا نہ ہو۔

4- بیرونی ممالک سے تعلقات

اسلامی حکومت ہمیشہ بیرون ممالک سے بہتر تعلقات رکھنے کی حامی ہوتی ہے۔

5- صحت اور تعلیم کی فراہمی

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ریاست میں بسنے والے تمام لوگوں کی صحت اور تعلیم کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مناسب اقدامات کرے۔

6- روزگار کی فراہمی

ہر فرد کے لیے روزگار کی فراہمی اسلامی حکومت کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔

7- باہمی مشاورت

اسلامی حکومت ریاست کے تمام معاملات باہمی مشاورت اور اتفاق رائے سے طے کرتی ہے۔

8- ترقی کے مواقع

ایک فلاحی اسلامی ریاست میں ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی اور اظہار کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

9- بہتر اقتصادی حالت

ایک فلاحی اسلامی ریاست میں حکومت لوگوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے نئے نئے منصوبے شروع کرتی ہے۔

سوالات

1- مقنّنہ سے کیا مراد ہے نیز مقنّنہ کی تنظیم کی وضاحت کریں۔

2- اسلامی حکومت کے فرائض کا احاطہ کریں۔

3- ایک فلاحی ریاست کے اچھے نظام حکومت کی خصوصیات بیان کریں۔

4- آمریت کی تعریف کریں۔ اس کی خوبیاں اور خامیاں واضح کریں۔

5- جمہوریت کی تعریف کریں نیز جمہوریت کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیں۔

6- مقنّنہ کے فرائض واضح کریں۔

7- انتظامیہ سے کیا مراد ہے؟ نیز اس کے فرائض بیان کریں۔

8- عدلیہ کون کون سے فرائض سرانجام دیتی ہے؟

باب5

باب 5

شہری اور شہریت
(CITIZEN AND CITIZENSHIP)

شہری کی تعریف (Definition of Citizen)

عام طور پر شہری سے مراد شہر میں رہنے والا ہوتا ہے لیکن علم شہریت کی اصطلاح میں شہری کا مفہوم اس سے مختلف ہے یعنی شہری سے مراد وہ لوگ جن کو ایک ریاست میں رہتے ہوئے تمام سماجی ، سیاسی ، اقتصادی حقوق حاصل ہوں۔ اس کے بارے میں مختلف تصورات ہیں۔

قدیم تصور

قدیم یونان میں دو طرح کے افراد تھے۔ ایک وہ جن کو تمام حقوق حاصل تھے اور وہ ریاست کے تمام سیاسی معاملات میں حصہ لیتے تھے۔ دوسرے وہ جن کو حقوق حاصل نہ تھے ، یہ شہری نہیں کہلاتے تھے۔ آج کے دور میں یہ تصور فرسودہ ہو چکا ہے کہ ایک ریاست کے اندر رہنے والے افراد کو دو طبقات میں بانٹ دیا جائے۔

جدید تصور

اس نظریے کے مطابق وہ تمام افراد جو کسی ریاست میں رہتے ہیں چاہے وہ شہر میں رہیں یا دیہات میں اور ان کو سیاسی ، معاشی ، معاشرتی حقوق حاصل ہوں شہری کہلاتے ہیں۔

مختصراً ہم شہری کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ شہری سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو ایک ریاست کی حدود میں رہتے ہیں جن کو ریاست کے آئین کے تحت تمام قسم کے حقوق حاصل ہوتے ہیں نیز ان کو ریاست کے اندر رہتے ہوئے کچھ فرائض بھی ادا کرنے پڑتے ہیں۔

شہریت کی تعریف (Definition of Citizenship)

شہریت سے مراد وہ حق ہے جس کے تحت کسی فرد کو ریاست کے اندر معاشی ، سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوتے ہیں اس کے بدلے اس فرد کو ریاست کی طرف سے عائد کردہ قوانین کی اطاعت اور کچھ فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں مثلاً اگر ہم کہیں کہ فلاں فرد کو پاکستان کی شہریت حاصل ہوگئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پاکستان کے آئین کے تحت اس کو تمام سیاسی ، معاشی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوگئے ہیں اور اس کے بدلے اس کو آئین پاکستان کی مکمل پابندی کرنا ہوگی۔

اچھے شہری کے اوصاف
(Qualities of Good Citizen)

1-ذہانت

بلاشبہ ذہین شہری کسی بھی ملک کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ لارڈ برائس کا خیال ہے کہ افراد میں ذہانت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد اپنے ملکی حالات و مسائل سے مکمل طور پر آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی مسائل سے بھی

تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہوں۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی نے اس کو اب بہت آسان کر دیا ہے۔ ذہین افراد اپنے لیے ایسے نمائندوں کا انتخاب کریں گے جو ریاست کی ترقی وفلاح کے لیے کام کریں گے اور جس کا فائدہ ریاست کے اندر تمام افراد کو ہوگا۔ ذہین شہریوں کو کوئی بھی بے وقوف نہیں بنا سکتا۔ اپنی ذہانت کی بنا پر وہ ایسے افراد اور سرگرمیوں سے مکمل طور پر آگاہ رہتے ہیں جو ریاست کے لیے نقصان دہ ہوں۔

2- ضبطِ نفس

لارڈ برائس کے مطابق ضبطِ نفس اچھی شہریت کی خصوصیت ہے۔ جمہوریت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ آپ دوسروں کی آراء کو برداشت کریں اور جذباتی نہ ہوں۔ اکثریت کا فائدہ اُٹھا کر اقلیت کے حقوق غصب نہ کریں اور ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر قربان کر دیں۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر فرد کو اپنے آپ پر مکمل کنٹرول حاصل ہو۔ اگر شہریوں میں ضبطِ نفس موجود نہ ہو تو ایسی ریاست کبھی ترقی نہیں کر سکتی کیونکہ ہر فرد اپنے ذاتی مفادات کے لیے کام کرے گا جس کا نتیجہ انتشار اور تباہی کی صورت میں نکلے گا۔

3- روشن ضمیر ہونا

لارڈ برائس کی رائے میں روشن ضمیر ہونا ایک اچھے شہری کے لیے بہت ضروری ہے ضمیر کی آواز فرد کے لیے سب سے بڑے محافظ کا کام دیتی ہے اگر فرد باضمیر ہو تو وہ اپنے فرائض کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے ادا نہیں کرتا بلکہ دل سے ان کو پورا کرتا ہے۔ اس طرح وہ ملک کا انتہائی قیمتی اثاثہ بن جاتا ہے۔ وہ نہ صرف خود ایک بہترین شہری ہوتا ہے بلکہ وہ دیگر شہریوں میں بھی یہ وصف پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عوام اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں جو ریاست کو بہت جلد ترقی کی منازل طے کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

4- حب الوطنی

کسی ریاست کو ترقی کے عروج پر لے جانے میں شہریوں کا جذبہ حب الوطنی بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ شہری اپنے ملک سے محبت کا ثبوت کئی طریقوں سے پیش کرتا ہے مثلاً وہ اپنے ملک کی بنی ہوئی اشیاء استعمال کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنے قومی ورثے کی حفاظت کرتا ہے۔ حب الوطنی کا سب سے بڑا اظہار جان کی قربانی دے کر کیا جاتا ہے۔ آج دنیا میں جتنی بھی ترقی یافتہ اقوام ہیں اُن میں اپنے وطن سے محبت کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

5- تعلیم یافتہ ہونا

اچھی شہریت پیدا کرنے کے لیے بنیادی ذریعہ تعلیم ہے۔ ایک فرد اچھا شہری صرف اسی صورت میں بن سکتا ہے جب وہ تعلیم یافتہ ہو کیونکہ تعلیم یافتہ شہری اپنے حقوق وفرائض سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے۔ تعلیم اس کے اندر تعصب، تنگ نظری اور خودغرضی جیسے منفی رویوں کا خاتمہ کرتی ہے اور روشن خیالی، رواداری، حب الوطنی اور انسانیت دوستی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ریاستیں اپنے وسائل کا بیشتر حصہ تعلیم کے فروغ پر صرف کرتی ہیں۔

6- صحت مند ہونا

ایک صحت مند دماغ صحت مند جسم میں ہوتا ہے۔صحت کے بغیر فرد اپنے فرائض کو پوری طرح ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنے حقوق سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے کسی ملک کے دفاع ، ترقی اور خوشحالی کا سارا انحصار اس کے صحت مند شہریوں پر ہوتا ہے۔اس سلسلے میں شہریوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھیں اور ماحول کو آلودہ نہ ہونے دیں۔دوسری طرف ریاست پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ شہریوں کی صحت کو قائم رکھنے کے لیے مختلف اقدامات کرے۔

7- خود اعتمادی

فرد کی صلاحیتوں کا اظہار صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اسے اپنی ذات پر اعتماد ہو اور وہ کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو۔اچھی شہریت کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ شہری خود اعتمادی کی دولت سے مالا مال ہوں۔اس طرح وہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعے اپنے ملک کی ترقی و خوشحالی کے لیے نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔

8- اللہ تعالیٰ کا خوف

اچھی شہریت کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ فرد اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہو اور یہ سمجھے کہ اپنے تمام افعال کے لیے اُس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے تو اسی خوف کی بدولت وہ ایسی تمام سرگرمیوں سے دور رہتا ہے جو کسی ریاست کے زوال کا باعث بنتی ہیں۔

9- احساس ذمہ داری

احساس ذمہ داری بھی اچھی شہریت کی ایک صفت ہے۔جس شخص میں ذمہ داری کا احساس نہ ہو وہ اچھا شہری ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔دنیا میں جو اقوام آج سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں ان کو احساس ذمہ داری نے اس مقام تک پہنچایا ہے کیونکہ ہر فرد ذمہ داری کے احساس کے تحت اپنی اپنی جگہ پر اپنے اوپر عائد کردہ ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔

10- اطاعت اور وفاداری میں توازن

انسانی فطرت میں خود غرضی کا عنصر کسی نہ کسی حد تک موجود ہوتا ہے۔اعلیٰ شہریت کے راستے میں یہ خود غرضی رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔اچھی شہریت کی یہ خصوصیت ہے کہ فرد کو ریاست کے اندر کئی اداروں مثلاً خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ سے واسطہ پڑتا ہے اور اس کے لیے ان کی اطاعت اور وفاداری میں توازن رکھنا بہت ضروری ہے۔شہری کو چاہیے کہ سب سے پہلے انسانیت کے مفاد کو ترجیح دے پھر قوم، برادری، خاندان اور آخر میں اپنی ذات کو مدنظر رکھے۔

11- سیاسی و سماجی شعور

اچھی شہریت ایک شہری میں سیاسی و سماجی شعور پیدا کرتی ہے۔سیاسی شعور کی موجودگی میں شہری اپنے قومی مسائل سے مکمل طور پر آگاہ ہوتا ہے۔وہ ہر قسم کے تعصب سے بالا ہو کر ایسے نمائندے منتخب کرتا ہے جو ملک کو استحکام بخشتے ہیں۔اس طرح سماجی شعور کی موجودگی ایک مہذب معاشرے کے فروغ میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

اسلامی شہریت کی نوعیت و اہمیت

(Nature and Significance of Citizenship in Islamic Perspective)

اسلامی ریاست میں رہنے والے شہری ریاست کی ذمہ داری سمجھ جاتے ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کی۔اس مثالی ریاست میں شہریوں کو تمام حقوق یکساں طور پر حاصل تھے۔دورِ حاضر کی مغربی ریاستیں جہاں دو صدیاں قبل تک غلامی جائز تھی۔اب یہ ریاستیں آزادی کے اس تصور سے بہرہ ور ہوئیں جو اسلام نے چودہ سو سال قبل متعارف کرائی۔اسلامی ریاست کے اندر بڑائی اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔مشاورت، عدل وانصاف، اجتماعی اور سماجی انصاف اس کے بنیادی ستون ہیں۔اسلام اپنی قائم کردہ ریاست کے اندر ایک ایسا اخلاقی نظام رائج کرتا ہے جو شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی پوری ضمانت دیتا ہے۔دوسری جانب شہری کے ظاہر و باطن میں ایسا انقلاب برپا کرتا ہے کہ وہ اپنے حقوق سے زیادہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔

اسلام نے بندوں کے حقوق کو فضیلت دی اور ان کو اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے لازمی شرط قرار دیا ہے۔تاہم یہ بات مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اسلامی ریاست نظریاتی ریاست ہے جو نظریۂ اسلام پر قائم ہے۔اسلامی ریاست میں شہریوں کی دو اقسام ہوتی ہیں۔

اوّل۔ مسلم شہری۔ دوم۔ غیر مسلم اقلیتیں

ریاست مدینہ میں تمام کلمہ گو مسلم شہری کہلاتے تھے جن کو بلاتمیز رنگ ونسل، امیر وغریب برابر کے حقوق حاصل تھے۔مدینہ کے وہ غیر مسلم جو اسلامی ریاست میں رہتے تھے، ان کو ذمی کہا جاتا تھا۔مسلمان شہریوں کی طرح ان کو تمام قسم کے حقوق حاصل تھے۔وہ اپنی زندگیاں اپنے عقیدے کے مطابق گزارنے میں آزاد تھے۔ریاست کی طرف سے اُن کی حفاظت کے عوض ان پر ایک ٹیکس نافذ تھا، جس کو جزیہ کہا جاتا تھا۔تاہم غریب غیر مسلم اس ٹیکس کو ادا کرنے کے پابند نہ تھے۔بوڑھے، نادار، بیمار، پادری، فقراء، عورتیں اور بچے اس ٹیکس سے مبرّا تھے۔ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جاتا ہے۔آئین کے تحت ان کو تمام حقوق حاصل ہیں جبکہ اس کے برعکس بھارت سمیت کئی ممالک جہاں سیکولرازم ہے مسلمانوں پر سخت مظالم روا رکھے جاتے ہیں۔

اسلامی شہریت کے جو اصول ہیں وہ آج کی جدید ریاستوں نے اپنا لیے ہیں۔اسلام نے اعلیٰ شہریت کے اوصاف پیدا کرنے کے لیے ایسا نظام بنایا ہے جو فرد کو اپنی ذات سے بالاتر کر کے پوری انسانیت کی فلاح کا راستہ دکھاتا ہے۔اسلام شہری مساوات کا ایک ایسا نظام متعارف کراتا ہے جس کے تحت تمام شہریوں کو یکساں حیثیت دی جاتی ہے۔یعنی قانون کے تحت تمام افراد کو بغیر کسی نسلی، مذہبی یا گروہی امتیازات کے ترقی کے یکساں مواقع فراہم کیے جاتے ہیں اور ان کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جاتا ہے۔اسی طرح سیاسی طور پر تمام لوگوں کو یکساں طور پر سیاسی معاملات میں شمولیت کا حق حاصل ہوتا ہے۔

جمہوریت کی بنیاد یہی ہے کہ سیاسی مساوات قائم کی جائے۔پاکستان میں اقلیتوں کی علیحدہ شناخت کو قائم رکھنے اور

اکثریت میں مدغم ہونے سے بچانے کے لیے پاکستان کے کے آئین میں ان کو علیحدہ نمائندگی دی گئی ہے۔اس کے علاوہ بھی موجودہ حکومت نے اقلیتوں کے لیے جداگانہ طریقہ انتخاب ختم کر کے مخلوط طریق انتخاب رائج کر دیا ہے۔اس طرح اقلیتوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا گیا ہے۔معاشی میدان میں بھی شہریوں کو یکساں مواقع فراہم کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی معاشی حالت کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنا سکیں۔آئین پاکستان تمام شہریوں کو یکساں سیاسی، معاشی، معاشرتی حقوق فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے اچھی شہریت کو فروغ ملتا ہے۔

سوالات

1- شہری کی تعریف کریں نیز شہری کے قدیم اور جدید تصور کو واضح کریں۔
2- اسلامی شہریت کی نوعیت و اہمیت کی وضاحت کریں۔
3- شہریت کی تعریف کریں اور ایک اچھے شہری کے اوصاف تفصیل سے بیان کریں۔

باب 6 حقوق وفرائض
(RIGHTS AND RESPONSIBILITIES)

مفہوم

حقوق حق کی جمع ہے۔ حقوق افراد کے ان تقاضوں کا نام ہے جنہیں ریاست تسلیم کرتی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔ آج کی جدید دنیا میں بنیادی حقوق کو ہر ملک اپنے آئین میں شامل کرتا ہے۔

تعریف

1- ارسطو: ''حقوق ریاست کی بنیاد ہیں کسی ریاست میں عدل وانصاف کو جانچنے کا معیار حقوق ہی ہیں۔''

2- پروفیسر لاسکی: ''حقوق معاشرتی زندگی کی وہ شرائط ہیں جن کی عدم موجودگی میں کوئی فرد اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کرسکتا۔''

3- ہاب ہاؤس: ''حقوق وہ توقعات ہیں جو ہم دوسروں سے اور دوسرے ہم سے کرتے ہیں۔''

ہم حقوق کی جامع تعریف یوں کر سکتے ہیں۔ بہتر زندگی گذارنے کے لیے افراد کو ریاست کی طرف سے جو سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں انہیں افراد کے حقوق کہا جاتا ہے۔ ریاست ان کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے اور قانون کے ذریعے ان کا تحفظ کرتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حقوق معاشرے میں ہی رہ کر حاصل ہو سکتے ہیں۔ حقوق تمام افراد کو مساوی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ اگر یہ صرف چند افراد یا طبقوں کو حاصل ہوں تو پھر وہ مراعات بن جاتی ہیں۔

1973ء کے آئین کے مطابق شہریوں کے حقوق

1973 کے آئین کے مطابق افراد کو درج ذیل حقوق دیے گئے:

1- ملک میں افراد کے بنیادی حقوق کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔

2- تمام افراد کو جانی و مالی تحفظ مہیا کیا جائے گا۔

3- کسی کو بغیر جرم ثابت کیے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔

4- کسی فرد کو غلامی اور جبری مشقت پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو بغیر وجہ کے گرفتار کیا جائے گا۔

5- کسی فرد کو سابقہ جرم کی سزا نہیں دی جائے گی اور نہ ہی ایک ہی جرم پر دوہری سزا دی جائے گی۔

6- ہر فرد کی عزت وآبرو اور چادر و چار دیواری کا احترام کیا جائے گا۔

7- ہر فرد کو ملک میں نقل و حرکت، اجتماعات میں شمولیت، جماعت سازی اور اس میں شمولیت کی آزادی حاصل ہوگی۔

8- ہر فرد کو تجارت، کاروبار اور پیشہ اختیار کرنے کا حق ہوگا۔

9- ہر فرد کو آزادی تحریر و تقریر کی آزادی حاصل ہوگی۔

10- ہر فرد کو مذہبی ادارے قائم کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔
11- مذہبی سرگرمیوں پر اور نہ ہی کسی مذہبی تعلیمی اداروں پر کسی قسم کا ٹیکس عائد ہوگا۔
12- ہر فرد کو حق جائداد اور جائداد کے تحفظ کا حق ہوگا۔
13- ہر فرد قانون کی نظر میں برابر ہوگا اور قانون کا احترام اس پر لازم ہوگا۔
14- کسی فرد کے ساتھ کسی معاملے میں امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔
15- ہر فرد کو اپنی زبان وثقافت کے تحفظ کا حق حاصل ہوگا۔

بنیادی حقوق

افراد کو مندرجہ ذیل بنیادی حقوق حاصل ہیں:

1- اخلاقی حقوق

اخلاقی حقوق سے مراد ایسے حقوق ہیں جن کی بنیاد معاشرے کی اخلاقی اقدار پر ہوتی ہے۔ ان حقوق کے بغیر مہذب معاشرہ قائم نہیں ہوسکتا۔ لیکن ان حقوق کی حفاظت کی ضمانت ریاست نہیں دیتی نہ ریاست کے آئین میں ان کا ذکر ہوتا ہے۔ ان حقوق کی خلاف ورزی پر کوئی عدالتی اور قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی البتہ ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے پر معاشرے کی طرف سے دباؤ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر والدین کا یہ اخلاقی حق ہے کہ ان کی اولاد ان کی عزت کرے اور بڑھاپے میں اُن کی خدمت کرے۔ اگر کوئی اولاد ایسا نہ کرے تو ریاست ان کو سزا نہیں دے سکتی البتہ معاشرہ ایسی اولاد کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ اسی طرح استاد کی عزت، طالب علموں سے شفقت، ہمسایوں کا خیال، غریبوں کی مدد اور بڑوں کا احترام یہ سب اخلاقی حقوق ہیں۔

2- قانونی حقوق

قانونی حقوق سے مُراد ایسے حقوق ہیں جن کو ریاست تسلیم کرتی ہے اور ان کے تحفظ کی آئینی ضمانت دیتی ہے۔ قانونی حقوق تمام شہریوں کو بلا لحاظ رنگ ونسل، مذہب وعقیدہ، امارت وغربت برابر حاصل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی خلاف ورزی کرے تو اُس کو قانون کے مطابق سزا ملتی ہے۔ قانونی حقوق کی مزید تین اقسام ہیں۔

(الف) معاشرتی حقوق: جن کا تعلق انسان کی معاشرتی زندگی سے ہوتا ہے اور جن کے بغیر وہ اپنے فرائض ادا نہیں کرسکتا۔

(ب) معاشی حقوق: معاشیات انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ مال ودولت کے بغیر فرد اپنے لیے خوشحال زندگی کا سامان مہیا نہیں کرسکتا۔ وہ حقوق جن کے ذریعے فرد اپنی معاشی حالت کو بہتر بناتا ہے معاشی حقوق کہلاتے ہیں۔

(ج) سیاسی حقوق: سیاسی حقوق ریاست اور اس کے آئین کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ان حقوق کے ذریعے افراد ریاست کے معاملات میں شرکت کرتے ہیں۔

(الف) معاشرتی حقوق

1- حق زندگی

حق زندگی جس کے بغیر دوسرے حقوق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ریاست بنانے کا بنیادی مقصد بھی تحفظ زندگی ہی تھا لہٰذا ریاست فرد کی زندگی کے حق کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اگر کوئی فرد کسی دوسرے کو اس کے اس حق سے محروم کرے تو ملکی

قانون اس کو سزا دیتا ہے۔

2- حق خاندان

خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔صحت مند معاشرہ خاندان سے مل کر وجود میں آتا ہے۔ ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے شادی کرے اور اپنے خاندان کی بنیاد ڈالے۔

3- حق تعلیم

تعلیم ہر فرد کا بنیادی حق اور ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ ہر شہری کا حق ہے کہ وہ اپنی پسند اور خواہش کے مطابق تعلیم حاصل کرے۔اس سلسلے میں ریاست کا فرض ہے کہ وہ تمام شہریوں کو یکساں طور پر تعلیم کی سہولیات فراہم کرے۔

4- حق مذہب

ہر فرد کو اپنی مرضی کے مطابق مذہب اور عقیدہ اختیار کرنے کا حق حاصل ہے مذہب فرد کا خالصتاً ذاتی معاملہ ہے۔ پاکستان کے آئین کے تحت تمام افراد کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔

5- حق ثقافت وزبان

ہر شہری کو اپنی ثقافت اور تمدن کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق ہے۔ ہر معاشرے کی اپنی مخصوص ثقافت اور زبان ہوتی ہے۔کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی ثقافت اور زبان دوسروں پر زبردستی مسلط کرے۔

6- حق معاہدہ

ریاست ہر شہری کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ قانون کے مطابق دوسرے شہریوں سے معاہدہ کرے۔

7- حق رہائش

تمام شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک کے جس حصے میں رہنا چاہیں رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ نیز وہ آزادی سے اپنے ملک میں نقل وحرکت بھی کر سکتے ہیں۔ ریاست سوائے بغاوت یا غداری کے کسی شہری کو ملک بدر نہیں کر سکتی۔

8- عزت وآبرو

ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر شخص کی عزت وآبرو اور شہرت کی حفاظت کرے کیونکہ انسان اسی وقت آزادی سے لطف اندوز ہوسکتا ہے جب اس کی عزت و وقار قائم رہے۔

9- حق مساوات

تمام شہریوں کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ برابر کا سلوک کیا جائے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور انصاف کرتے وقت ذات پات، برادری، رنگ ونسل عقیدہ اور مذہب کو مدنظر نہ رکھا جائے۔

10- حق تحریر وتقریر

تحریر وتقریر کی آزادی جمہوریت کی بنیاد ہے کیونکہ اس کے بغیر ایک شہری حکومت پر تنقید نہیں کر سکتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شہری اپنے اس حق کو ایسے طریقے سے استعمال کرے جو ملکی سلامتی کے خلاف ہو۔

(ب) معاشی حقوق

معاشی حقوق زندگی کی بنیادی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ان کے بغیر متمدن زندگی کا حصول ممکن نہیں ہے۔اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کو معاشی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔غریبوں،ضرورت مندوں، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت ریاست کی ذمہ داری ہے۔

1- حق ملازمت

ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے مطابق اپنی مرضی اور رجحان کے مطابق اپنا پیشہ اختیار کرے۔ وہ تمام افراد جو مطلوبہ معیار پر پورا اُترتے ہوں، سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے اہل ہیں نیز اگر کوئی کاروبار کرنا چاہے تو وہ اپنی مرضی سے کاروبار کرے لیکن غیر قانونی کاروبار کرنا ریاست کے قانون کے مطابق جرم ہے۔

2- حق اُجرت و معاوضہ

ہر شہری کا یہ حق ہے کہ وہ جو محنت کرے اس کو اس کا معاوضہ ملے۔ دنیا بھر میں مزدوروں کے حقوق کی تحفظ کے لیے مختلف ٹریڈ یونین کام کرتی ہیں۔اسلامی ریاست میں کسانوں، مزدوروں اور محنت کشوں کو یہ حق حاصل ہے کہ انہیں ان کی محنت کا معقول معاوضہ دیا جائے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

''مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائے۔''

3- حق جائیداد

ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائیداد بنائے اور اسے جیسے چاہے خرچ کرے تاہم ناجائز ذرائع سے بنائی گئی جائیداد حکومت ضبط کرسکتی ہے۔کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کرنا قانوناً جرم ہے۔

(ج) سیاسی حقوق

سیاسی حقوق کا تعلق شہری کی سیاسی زندگی سے ہوتا ہے۔ سیاسی حقوق جمہوریت کی ترقی کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ سیاسی حقوق کے بغیر فرد اپنے معاشرتی اور معاشی حقوق سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

سیاسی حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

1- ووٹ دینے کا حق

تمام شہریوں کو ووٹ استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔البتہ عادی مجرم، پاگل، نابالغ اور دیوالیہ افراد اور غیر ملکی اس حق کو استعمال نہیں کرسکتے۔

2- حق نمائندگی

شہریوں کو ووٹ دینے کے ساتھ ساتھ یہ حق بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ انتخابات میں بطور امیدوار شرکت کریں۔نمائندگی کے لیے عمر اور تعلیم کی شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے۔ پاکستان میں 1973ء کے آئین کے تحت قومی اسمبلی کے اُمیدوار کے لیے عمر کی حد کم سے کم 25 سال ہے۔

3- تنقید کرنے کا حق

ہر شہری کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ حکومت پر تنقید کرکے اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرے۔تعمیری تنقید جمہوریت کی

روح ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ تنقید اور نکتہ چینی تعمیری، اصلاحی اور نیک نیتی پر مبنی ہو۔اس حق کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ حکومت ہر وقت اس بات کا خیال رکھتی ہے کہ وہ کوئی ایسی پالیسی نہ بنائے جو عوام کی منشاء کے خلاف ہو اور ملک عوامی خواہشات کے مطابق ترقی کرے۔

4- سیاسی جماعت بنانے کا حق

جمہوریت کی کامیابی کے لیے سیاسی جماعتوں کا وجود بہت ضروری ہے کیونکہ یہ عوام میں سیاسی شعور پیدا کرنے اور ان کی سیاسی تربیت کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سیاسی جماعت کی تشکیل کرے اور اپنی پسند کی سیاسی جماعت میں شمولیت اختیار کرے۔

شہریوں کے فرائض

شہریوں کو ریاست کی طرف سے جہاں بے شمار حقوق حاصل ہوتے ہیں وہیں بحیثیت شہری ان پر ریاست کی طرف سے کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ درحقیقت یہ ذمہ داریاں ہیں جن کو شہری حقوق کے بدلے میں سرانجام دیتے ہیں۔حقوق و فرائض لازم و ملزوم ہیں۔کوئی فرد اس وقت تک اچھا شہری نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے فرائض دیانتداری اور ذمہ داری سے سرانجام نہ دے۔شہریوں کے فرائض درج ذیل ہیں۔

1- ریاست سے وفاداری

شہری کا سب سے اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کا وفادار رہے۔نہ خود کوئی ایسا کام کرے نہ کسی کو ایسا کام کرنے دے جس سے ریاست کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ریاست کے مفاد کو ذاتی مفاد پر قربان نہ کرے بلکہ ملک کی سلامتی کے لیے جان دینے سے دریغ نہ کرے۔ریاست کے بنیادی نظریے پر مکمل یقین رکھے۔

2- قانون کی پابندی

ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ ریاست کے قوانین کی پابندی کرے۔ قانون توڑنے سے باز رہے کیونکہ قوانین شہریوں کی فلاح و بہبود کے لیے بنائے جاتے ہیں۔اگر شہری قوانین کی پابندی نہ کریں تو پوری ریاست کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

3- حکام سے تعاون

شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ سرکاری حکام سے مکمل تعاون کریں۔اگر وہ کسی قسم کی قانون شکنی یا بدعنوانی سے آگاہ ہو تو فوری طور پر متعلقہ حکام کو آگاہ کریں۔

4- ٹیکسوں کی ادائیگی

روپے پیسے کے بغیر حکومت کا نظام نہیں چل سکتا۔ریاست یہ رقم شہریوں سے ٹیکسوں کے ذریعے حاصل کرتی ہے۔ ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ حکومت کی طرف سے عائد کردہ تمام ٹیکسوں کی پوری ایمانداری کے ساتھ بروقت ادائیگی کرے۔

5- ووٹ کا صحیح استعمال

ووٹ ایک مقدس قومی امانت ہے۔شہریوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں۔اچھی حکومت کا قیام ووٹ کے صحیح استعمال کے بدولت ہی ممکن ہوتا ہے،اس لیے ووٹ کا استعمال سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔

6- تعلیم

تعلیم ترقی کا بنیادی زینہ ہے۔ اس سے سیاسی شعور اور کردار میں پختگی آتی ہے، اس لیے شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ عام تعلیم کے علاوہ قرآن وحدیث اور جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم کے زیور سے بھی آراستہ ہوں۔

7- ضبطِ نفس

شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ خود غرض نہ بنیں اور ضبطِ نفس سے کام لیتے ہوئے قومی مفاد کو سب سے پہلے سامنے رکھیں۔

8- فرقہ واریت سے اجتناب

فرقہ پرستی ریاست کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ اس سے معاشرے میں امن وامان مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے لہٰذا شہریوں کو اس سے مکمل طور پر بچنا چاہیے اور مذہبی معاملات میں تحمل اور بردباری سے کام لینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں جبر نہیں رکھا۔

اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق

اسلام دینِ فطرت ہے اور اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے جو ایک خاص نظریہ یعنی اسلام پر قائم ہوتی ہے۔ اس میں شہریوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو قرآن وسنت کے مقرر کردہ ہیں۔

1- حقِ زندگی

ہر شہری کو زندہ رہنے کا حق ہے اسلام نے انسانی زندگی کو انتہائی قابلِ احترام قرار دے کر کہا ہے کہ ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کے قتل کے برابر ہے۔ جان کا بدلہ جان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ" کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت اور جان کے بدلے جان۔" واضح ہوا کہ ایک غیر مسلم کی جان بھی اسی قدر قیمتی ہے جس قدر مسلمان کی۔ اگر ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو مار ڈالے تو اس کا قصاص اُس طرح لیا جائے گا جس طرح ایک مسلمان کو قتل کرنے والے سے لیا جاتا ہے۔

2- تحفظ عزت وآبرو

اسلام نے تمام شہریوں کی عزت وآبرو کو محترم ومقدس قرار دیا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں مرد اور عورت دونوں کی عزت وآبرو کو انتہائی محترم سمجھا جاتا ہے۔ اسلام میں مذاق اُڑانا، کسی کو بُرے القاب سے پکارنا سخت منع ہے اور اسلام میں کسی پر جھوٹا بہتان لگانے کی بھی سزا مقرر کی گئی ہے۔

3- نجی زندگی کا تحفظ

اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کی نجی زندگی کو تحفظ دیا جاتا ہے۔ چادر اور چار دیواری کا احترام ہر شہری کا لازمی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونے کی سختی سے ممانعت ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود اپنے گھر میں بھی دستک یا آواز دے کر داخل ہونے کی تاکید کی ہے۔ قرآن نے دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ عیب کی صورت میں پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔

4- تحفظ ملکیت

اسلامی ریاست کے اندر شہریوں کی ملکیت کو مکمل تحفظ حاصل ہوتا ہے لیکن ناجائز ذرائع سے کمائی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

5- مذہبی آزادی

اسلامی ریاست میں ہر شہری کو مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اسلام نے جبر کو ناپسند کیا ہے۔ اسلام انسان کے اندر سے تبدیلی لاتا ہے جو کہ بتدریج اور ارتقائی ہوتی ہے۔ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے معبودوں کو بُرا بھلا نہ کہیں۔

6- شخصی آزادی کا تحفظ

اسلامی ریاست میں شخصی آزادی کا مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔ کسی بھی شخص کو جرم ثابت کیے بغیر سزا نہیں دی جا سکتی۔ اسلامی قانون میں محض شک وشبہ کی بنیاد پر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن پاک میں اس امر کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آزادی دی ہے اس کو کوئی حکمران سلب نہیں کر سکتا۔

7- خواتین کے حقوق

اسلامی ریاست میں خواتین شہریوں کے حقوق کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام سے قبل عورت کی حیثیت انتہائی کم تھی۔ اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا۔ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق فراہم کیے ہیں۔

8- حق آزادی رائے

اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کو اپنی رائے کے اظہار کی مکمل آزادی ہے۔ ہر شہری حکومت پر مثبت تنقید کر سکتا ہے۔ ریاست اظہار رائے پر پابندی نہیں لگا سکتی۔ حکومت کے امور میں مشورے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

9- ظلم کے خلاف احتجاج کا حق

اسلامی ریاست میں ظلم کے خلاف آواز اٹھانا شہری کا حق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ''جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین عمل ہے۔'' خلفائے راشدین کے دور میں معمولی سی بات کے لیے لوگ خلیفہ وقت کو روک کر سوال کر لیتے تھے۔

10- حق مساوات

اسلام نے مساوات کا مثالی نظام پیش کیا۔ اسلامی معاشرے میں برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ اسلام نے نسلی برتری کو ختم کر دیا۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ ایک اعلیٰ خاندان کی عورت چوری کے الزام میں آئی۔ کسی نے اُس کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ''اگر میری بیٹی فاطمہ بھی ایسا کرتی تو میں اُس کا ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتا۔''

11- حق انصاف

اسلام میں اجتماعی عدل کو ریاست کا بنیادی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت اسلامی ریاست کا قیام ہی حق وانصاف کا بول بالا کرنے کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ ظالموں کو سزا دینا اور کمزوروں کو حق دلانا حکومت کا فرض ہے۔ غرض اسلامی ریاست میں افراد کو تمام حقوق حاصل ہیں۔

انسانی حقوق کی خلاف ورزی

انسانی حقوق کے تحفظ کی خاطر ریاست وجود میں آئی۔ آج کے دور میں ریاست جبر وتشدد کی علامت نہیں ہے۔ یہ ایک فلاحی ریاست ہے جس کا بنیادی مقصد اپنے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنا اور ان کی زندگیوں کو زیادہ سے زیادہ خوشحال بنانا

ہے۔اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جبکہ مغربی دنیا نے1215ء کے میگنا کارٹا کے ذریعے انسانی حقوق کا اعلان کیا۔ اقوام متحدہ کی کوششوں سے10 دسمبر1948ء کو جنرل اسمبلی میں انسانی حقوق کے عالمی منشور کا اعلان کیا گیا۔بدقسمتی سے انسانی حقوق کا تحفظ عملی طور پر نہیں ہے۔پوری دنیا کے اندر انسانی حقوق کی پامالی کسی نہ کسی صورت میں ہو رہی ہے۔انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا سب سے بڑا شکار مسلمان ہیں۔دنیا بھر میں جہاں کہیں ظلم ہو رہا ہے بیشتر جگہوں پر مسلمان اُس کا نشانہ بن رہے ہیں۔فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں کو ان کے بنیادی حق یعنی آزادی سے محروم کر کے زبردستی غلام بنایا جا رہا ہے۔جنوبی افریقہ طویل عرصے تک نسلی امتیاز کا شکار رہا۔وہاں نیلسن مینڈیلا نے طویل عرصہ تک جدوجہد کر کے نسلی امتیاز کا خاتمہ کرایا۔بھارت میں مذہب کے نام پر فسادات کرائے جا رہے ہیں۔

اسلام نے عورت کو بہت بلند مقام عطا کیا ہے لیکن ہندوانہ ثقافت کے اثرات کے تحت ہمارے ملک کے کچھ علاقوں میں عورت کو کم تر سمجھا جاتا ہے اور بچوں سے مشقت لی جاتی ہے۔اس کا سدباب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔لوگوں کو امن کی حقیقی روح سے آگاہ کیا جائے تاکہ کوئی بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ کر سکے۔

سوالات

1- حقوق کی تعریف کریں اور شہریوں کے معاشرتی حقوق بیان کریں۔
2- پاکستان کے1973ء کے آئین کے مطابق شہریوں کے حقوق و فرائض کی وضاحت کریں۔
3- شہریوں کو کون کون سے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں؟ تفصیل بیان کریں۔
4- اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق کا جائزہ لیں۔
5- شہریوں کے معاشی اور سیاسی حقوق پر روشنی ڈالیں۔
6- درج ذیل پر نوٹ لکھیں۔
(الف) انسانی حقوق کی خلاف ورزی (ب) اخلاقی حقوق

باب 7 نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان
(Ideology of Pakistan and Pakistan Movement)

نظریہ پاکستان کے معانی وہیئت (Meaning and Nature of Ideology of Pakistan)

لفظ "نظریہ" کو انگریزی زبان میں آئیڈیالوجی (Ideology) کہا جاتا ہے اس لیے نظریہ پاکستان کو آئیڈیالوجی آف پاکستان (Ideology of Pakistan) کہتے ہیں۔

نظریہ

نظریہ سے مراد ایسا ضابطہ یا پروگرام ہے جس کی بنیاد فلسفہ و تفکر پر رکھی گئی ہو اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں مثلاً سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی مسائل کے حل کے لیے کوئی منصوبہ بنایا گیا ہو۔

اگر ہم نظریہ کی اس تعریف کو پیش نظر رکھتے ہیں تو ہمیں نظریہ پاکستان کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد ایک فلسفہ اور ایک پروگرام پر استوار کی گئی ہے۔ یہ فلسفہ یا پروگرام دین اسلام ہے۔ پاکستان کی تمام تر اساس دین اسلام ہے اور یہی وہ لائحہ عمل اور جذبہ ہے جو پاکستان کی تحریک کا باعث بنا۔

نظریہ پاکستان کی تعریف

1- نظریہ پاکستان قرآن وسنت کے اصولوں پر مبنی معاشرہ کی تخلیق کا نام ہے۔
2- نظریہ پاکستان ایک عالمگیر اسلامی انقلاب کا نام ہے جو جغرافیائی پہچان نہیں رکھتا۔
3- نظریہ پاکستان کلمہ توحید کی بنیاد پر قوم کی تخلیق کرتا ہے۔
4- نظریہ پاکستان دین اسلام کے اصولوں پر مبنی سوچ کا نام ہے۔
5- نظریہ پاکستان مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور معاشی قدروں کی حفاظت کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا نام ہے۔
6- نظریہ پاکستان ایک ایسا قلعہ تعمیر کرنے کا نام ہے جو دنیا بھر کی مسلم آبادی کے حقوق کی حفاظت کرنے کے قابل ہو اور جو مسلمانوں میں اتحاد اور نظم وضبط کے فروغ کا باعث بنے۔
7- ملی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے پاکستان میں اسلام کی حکمرانی اور اتحاد بین المسلمین کی عملی کوشش کا نام نظریہ پاکستان ہے۔
8- نظریہ پاکستان درحقیقت اسلامی اقدار کی دیکھ بھال اور ان اقدار کو عملی طور پر اپنانے کا نام ہے۔
9- نظریہ پاکستان سے مراد ایک الگ خطہ زمین کا حصول ہے جس میں مسلمانان برصغیر قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی اقدار و نظریات کا تحفظ و فروغ کر سکیں۔

نظریہ پاکستان کا پس منظر

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔اس کا وجود کسی حادثاتی اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک طویل اور مسلسل جدوجہد کا حاصل ہے۔اس کی بنیادیں اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی فلسفہ پر قائم ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے سیاسی اور تہذیبی پس منظر میں اسلامی فلسفہ زندگی کی بنیاد پر دو قوموں کا تصور ہی نظریہ پاکستان ہے اس تصور نے مسلمانوں کو احساس دلایا کہ وہ اپنے لیے الگ وطن حاصل کریں۔نظریہ پاکستان کو تحریک پاکستان میں وہی مقام حاصل ہے جو خوشبو کو پھول میں، روح کو جسم میں، روشنی کو چراغ میں، جڑ کو درخت میں اور تاثیر کو دوا میں حاصل ہے۔

نظریہ پاکستان کے ماخذ

نظریہ پاکستان کا اصل سرچشمہ اسلام ہے۔اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔پاکستان کا نظام حکومت چلانے کے لیے اصل رہنمائی اسلام سے ہی حاصل ہوتی ہے۔آج بھی یہ نعرہ سنا جا رہا ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا **لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ**.
اسلام ہر قوم، ہر وطن اور ہر دور کے لیے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دینے کی اس میں مکمل گنجائش موجود ہے۔ چنانچہ پاکستان کے موجودہ آئین میں مسلمانوں کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالات اور تقاضوں کے مطابق اسلام کے بنیادی اصولوں کی تشریح کی گئی ہے۔

نظریہ پاکستان کے بنیادی اصول

1-اسلام

نظریہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی ہے۔نظریہ پاکستان میں اسلام کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم میں خون کو حاصل ہے۔اسلام کے نفاذ کی خاطر ہی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔مسلمانان ہند نے ایک الگ آزاد خطہ کا مطالبہ صرف اس غرض کے لیے کیا تھا کہ وہ اس میں اپنے دین کو زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دائروں سمیت عملاً نافذ کر سکیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنی آزاد مملکت میں اسلام کے تہذیبی اور تمدنی نظام کو اس طرح فروغ دے سکیں کہ وہ دکھوں کی ماری ہوئی انسانیت کے لیے روشنی کا ایک مینار بن سکیں۔ وہ اپنے گھر میں وہی اسلام قائم کر سکیں جس پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔قائداعظمؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

2-دوقومی نظریہ

ہندوستان کے مخصوص حالات کے پیش نظر تحریک آزادی میں دوقومی نظریہ کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اس مملکت کا وجود ہی اس بات کا مظہر ہے کہ مسلمان ہر اعتبار سے الگ قوم ہیں۔ان کی تہذیب وثقافت،نصب العین اور سوچ وفکر کے انداز دوسری اقوام سے مختلف ہیں۔ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:
''ہندو اور مسلمان دو مختلف مذہبی اور معاشرتی رسومات سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ وہ آپس میں شادیاں کر سکتے ہیں اور نہ ہی ایک ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ یہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیاد متضاد نظریات اور تصورات پر ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''قوم کی ہر تعریف اور تشریح کی رو سے مسلمان ایک قوم ہیں لہٰذا ان کا ایک وطن ایک علاقہ اور ریاست ہونی چاہیے۔''

3- نظام جمہوریت

نظریہ پاکستان کے مطابق ملک کا سیاسی نظام عوام کی شرکت سے وجود میں آتا ہے۔ اگرچہ مملکت پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے لیکن مغربی مفہوم میں یہ ایسی ''تھیا کریسی'' نہیں جس میں کسی خاص مذہبی گروہ کو من مانی کرنے کا حق حاصل ہو۔ نظام حکومت عوام کے منتخب نمائندے عوام کی بہتری اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چلانے کے پابند ہوں گے۔ پاکستان کے عوام مل کر اپنی آزادرائے سے اپنے حکمرانوں کا انتخاب کریں گے اور ان کی نمائندہ حکومت ان کی ملی اور قومی امنگوں کو عملی جامہ پہنائے گی۔ جمہوریت کا یہ اصول اسلام ہی سے اخذ کیا گیا ہے کیونکہ قرآن وسنت میں مسلمانوں کو اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی شخص کو مسلمانوں پر ان کی مرضی کے خلاف حکمرانی کا حق حاصل نہیں ہے۔

4- معاشی عدل

نظریہ پاکستان کا ایک بنیادی اصول عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہر آئین میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ حکومت تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنے کی پابند ہوگی۔ اسلام کا معاشی عدل کا نظام جدید فلاحی ریاست کے نظریہ کے قریب تر ہے۔

5- طرز معاشرت

نظریہ پاکستان ایک مخصوص طرز زندگی اور تہذیب وثقافت کا داعی ہے۔ بلاشبہ پاکستان کی مسلم تہذیب وثقافت پر اسلام کے نقوش گہرے ہیں۔ تاہم اس ضمن میں برصغیر کے منفرد نسلی وتمدنی، تاریخی ورثہ اور جغرافیائی ماحول کے باعث بھی روایات اور رواجات نشوونما پاتے ہیں۔ ایسے تمام رواجات وطور وطریقے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں وہ یہاں کے مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ ہے۔ حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ لوگوں کی اسلامی ثقافتی اقدار کا تحفظ کرے اور انہیں فروغ دے۔

نظریہ پاکستان کی فلاحی ریاست کے لیے اہمیت

(Significance of Ideology of Pakistan for Welfare State)

نظریہ پاکستان ایک فلاحی ریاست کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ نظریہ ہمیں اس بات پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ آخر پاکستان کی نئی مملکت کے قیام کے اغراض ومقاصد کیا تھے۔ مسلم رہنماؤں کے دل ودماغ میں قیام پاکستان کے وقت یہ خیالات پختہ اور مستحکم تھے کہ نئی مملکت کے قیام کے بعد یہاں کون سا نظام ہوگا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ علامہ اقبالؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر مسلم راہنماؤں کی تقاریر کے اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ پاکستان میں کس نظام کو رائج کرنا چاہتے تھے۔ نظریہ پاکستان کی فلاحی ریاست کے لیے اہمیت کے بارے میں مندرجہ ذیل امور ذہن نشین ہونے چاہییں۔

1- نظریہ پاکستان کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے۔ یہ نظریہ ہمیں قرآنی احکامات وسنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے اس نظریے کے مطابق پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ''زمین وآسمان پر اللہ کی حاکمیت ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔'' اس پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی انفرادی واجتماعی زندگیاں سنوار سکتے ہیں اور یہی

فلاحی ریاست کا مقصد ہے۔

2- نظریہ پاکستان اتحاد عالم اسلام کا مظہر ہے اسلام میں معاشرتی امتیازات مثلاً رنگ ونسل اور ملکی تفریق بے معنی ہے اس لیے یہ عالم اسلام کے اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ انھیں اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک فلاحی ریاست کو معرض وجود میں لایا جا سکتا ہے۔

3- فرد، معاشرہ اور فلاحی ریاست کی ترقی ونشوونما کے لیے ایک مضبوط عقیدے اور نصب العین کی ضرورت ہوتی ہے۔ نظریہ پاکستان ہماری قومی ترقی کا پیش خیمہ ہے۔ مختلف شعبوں میں ترقی کی ترغیب دیتا ہے اور اس بات کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ کہ ہم پاکستان میں متوازی معاشی نظام قائم کر کے اس کو ایک فلاحی ریاست بنا سکتے ہیں۔

4- نظریہ پاکستان ہماری تہذیب وثقافت کا آئینہ دار ہے جس کی بنیاد پر دو قومی نظریہ معرض وجود میں آیا اور پاکستان کی شکل میں ہمیں ایک نیا اسلامی فلاحی ملک ملا۔

قومی یکجہتی ویگانگت

(National Integration and Cohesion)

مفہوم

قومی یکجہتی ویگانگت سے مراد قوم کے مختلف طبقوں اور گروہوں کے درمیان اشتراک عمل اور باہمی تعاون کا پایا جانا ہے تاکہ ان کے مابین ہمدردی، تعاون، ایثار ومحبت کے جذبات موجزن ہوں اور وہ باہم مل کر ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوں۔ وہ قوم جس میں تعاون واشتراک نہیں ہوتا آپس کی نفرت کی وجہ سے تباہ وبرباد ہو جاتی ہے۔ قوم کا استحکام لوگوں میں تعاون واشتراک کا مرہون منت ہے۔ ہر قوم کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ قومی یکجہتی کو فروغ حاصل ہو اور عوام میں جذبہ اشتراک پیدا ہو۔ اس کے لیے حکومت کئی اقدامات کرتی ہے۔ قومی یکجہتی ایسی قوت ہے جو زبردست مشکلات اور کڑی آزمائشوں کے وقت بھی ایک قوم کو ثابت قدم رکھتی ہے اور اسے کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرتی ہے۔

قومی یکجہتی کے فروغ کے لیے ضروری اقدامات

1- اسلام سے تعلق

اسلام ہمیں قومی یکجہتی ویگانگت کا سبق دیتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہمیں یکجا رکھ سکتی ہے۔ پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان میں کئی چیزیں مختلف ہیں لیکن اسلام کا ایک ایسا رشتہ ہے جس نے ہمیں متحد کر رکھا ہے۔ ہمیں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے تاکہ ہم بھائی بھائی بن جائیں۔ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ ہمارے اندر جذبہ اخوت پیدا ہو اور اختلافات ختم ہو جائیں۔

2- نظریہ پاکستان کو سمجھنا

پاکستان کی بنیاد نظریہ پاکستان ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نظریہ پاکستان کو اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ ہم اپنے قومی تشخص کو فراموش کر کے صوبائیت کا شکار نہ ہو جائیں۔ ہماری نئی نسل کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے پاکستان کو کیوں حاصل کیا؟ اس کے حصول کے لیے ہم نے کیا قربانیاں دی ہیں۔ کتنے عرصہ تک جدوجہد کی۔ جب تک ہم نظریہ پاکستان کو اچھی طرح سمجھ نہ پائیں گے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

3- قائداعظمؒ کے فرمودات پر عمل

قائداعظمؒ بابائے قوم تھے۔ انہوں نے دن رات کام کیا۔ ہندوؤں اور انگریزوں کی سازش کو ناکام بنایا اور ہمارے لیے پاکستان حاصل کیا۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کے فرمودات پر عمل کریں۔ آپ نے فرمایا ''قوت اخوت ہے'' آپ نے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس میں پاکستان کی سالمیت ہے۔

4- پاکستان مقدس امانت

ہمیں اپنے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھالینی چاہیے کہ پاکستان ایک مقدس امانت ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ خواہ ہم کسی صوبہ سے تعلق رکھتے ہوں اور کہیں رہتے ہوں، یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم پاکستانی کی حیثیت سے سوچیں اور قومی یکجہتی کو پیش نظر رکھیں۔ ہمیشہ قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیں۔

5- جذبہ حب الوطنی

وطن سے محبت کرنا قومی یکجہتی کے لیے ضروری ہے۔ اگر وطن ہے تو ہم ہیں اگر وطن نہیں تو ہم بھی نہیں۔ ہمیں اس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ پاکستان ایک دن کی پیداوار نہیں ہے۔ اس کے لیے ہم نے سینکڑوں سال جدوجہد کی اور بے شمار قربانیاں دیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مملکت خداداد سے محبت کریں اور اس کی حفاظت کریں۔

6- ذرائع نشرواشاعت کا صحیح استعمال

قومی سالمیت اور یگانگت کے لیے ذرائع ابلاغ اور نشرواشاعت اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا استعمال صحیح خطوط پر کیا جائے تاکہ لوگوں میں جذبہ حب الوطنی پیدا ہو اور اسلامی اخوت اور اسلامی سیرت و کردار کو فروغ حاصل ہو۔ اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ قومی یکجہتی کی تعمیر کے لیے اپنے وسائل کو صحیح طور پر بروئے کار لائیں۔

7- قومی زبان کی ترویج

ایک مشترک قومی زبان مختلف رنگ و نسل کے مابین قومی اتحاد کا شعور اجاگر کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ خوش قسمتی سے اہل پاکستان کے پاس ایک مشترکہ قومی زبان اردو ہے جو سارے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لسانی یگانگت لوگوں کے مابین دوری کو ختم کر دیتی ہے۔ اردو زبان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی علمبردار ہے چنانچہ مذہبی اور قومی نقطہ نظر سے بھی اس زبان کی ترویج ہمارا ایک اہم فریضہ ہے۔

8- صوبائیت پرستی کا خاتمہ

صوبائیت پرستی ایک ایسی لعنت ہے جو قومی اتحاد کی جڑیں کھوکھلی کر دیتی ہے۔ بعض مفاد پرست عناصر اپنے مقاصد کے لیے صوبائی یا علاقائی عصبیت کو ہوا دیتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس قسم کے رجحانات کا قلع قمع کریں۔

9- اسلامی جمہوری روایات کا تحفظ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ مومن اپنے لیے جو پسند کرے اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے۔ اسلام نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی کہہ کر مساوات اور اتحاد کی راہ ہموار کر دی ہے۔ اسلام نے ہمیں خلوص، ہمدردی اور ایثار کی تعلیم دی ہے۔ ہم اسلامی روایات کا تحفظ کر کے مکمل اتحاد اور یگانگت پیدا کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس

امر کی ہے کہ اسلامی جمہوری روایات کو اپنایا جائے۔ نئی نسل کو اس سے آشنا کیا جائے کیونکہ اس کی حفاظت ہی قومی یکجہتی کی ضمانت ہے۔

تحریک پاکستان میں مختلف شخصیات کا کردار

تحریک پاکستان میں سرسید احمد خاں، علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بہت اہم کردار ادا کیا جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

سرسید احمد خاں (1817-1898ء)

Sir Syed Ahmad Khan (1817-1898)

سرسید احمد خاں 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام سید محمد تقی تھا۔ بچپن میں مروجہ تعلیم پائی۔ باپ کی وفات کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کرنا پڑی۔ اپنی ذاتی محنت و اعلیٰ صلاحیتوں کی بنا پر 1846ء میں صدر امین مقرر ہوئے۔ 1854ء میں انہیں دہلی سے بجنور بھیج دیا گیا۔ 1858ء میں صدر الصدور کے عہدے پر ترقی پاکر مراد آباد آ گئے۔ آخر میں علی گڑھ منتقل ہو گئے اور 1898ء میں وفات پائی۔

خدمات

1- سرسید احمد خاں نے انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیوار گرانے کے لیے دو کتب، رسالہ ''اسباب بغاوت ہند'' اور ''ہندوستان کے وفادار مسلمان'' لکھیں اور ان کی دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

2- انجیل کی تفسیر ''تبیین الکلام'' لکھی تاکہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان مشابہت ثابت کی جا سکے۔

3- رسالہ ''احکام طعام اہل کتاب'' میں انہوں نے یہ ثابت کیا کہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا جائز ہے۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1870ء کے آخر میں انگریزوں نے مسلمانوں کے بارے میں اپنی پالیسی نرم کر دی۔

4- 1859ء میں مراد آباد میں ایک فارسی مدرسہ قائم کیا۔

5- 1862ء میں غازی پور میں ایک انگریزی سکول کی بنیاد رکھی۔ یہاں پر ہی سائنٹیفک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا جس کا کام انگریزی ادب کو اردو زبان میں منتقل کرنا تھا۔ 1866ء میں اسی سوسائٹی کے زیر اہتمام ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' کے نام سے ایک اخبار جاری ہوا۔

6- 1869ء میں سرسید اپنے بیٹے سید محمود کے ہمراہ انگلینڈ گئے وہاں کے نظام تعلیم کا بغور جائزہ لیا اور 1870ء میں واپسی پر ''انجمن خواستگاران ترقی تعلیم مسلمانانِ ہند'' کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کو جدید علوم سے آراستہ کرنا تھا۔

7- 1870ء میں ہی انہوں نے رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' شائع کیا، جس میں مسلمانوں کو معاشرتی آداب اور اصول بتائے گئے تاکہ مسلمان اور انگریز ایک دوسرے کے قریب آ سکیں۔

8- 1875ء میں علی گڑھ کے مقام پر ایم۔اے۔او ہائی سکول کا قیام سرسید احمد خاں کی ایک اعلیٰ ترین خدمت ہے جس کو 1877ء میں کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد 1920ء میں یہ کالج یونیورسٹی بن گیا جسے اب مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کہتے ہیں۔ پاکستان کا قیام بھی انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

9- سرسید احمد خاں نے 1886ء میں ''آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس'' قائم کی یہ ایک غیر سیاسی تنظیم تھی جس کا مقصد مسلمانوں کے لیے تعلیمی ترقی کے مختلف اقدامات کرنا تھا اور ان کے اندر تعلیمی جذبہ وشوق پیدا کرنا تھا۔

10- سرسید نے سب سے پہلے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے لیے لفظ ''قوم'' استعمال کیا اور 1867ء میں بنارس میں اردو ہندی جھگڑے کی بنا پر دوقومی نظریے کی بنیاد رکھی۔ اسی دوقومی نظریے کی بنا پر ہندوستان تقسیم ہوا۔

11- تحریک علی گڑھ نے پسماندہ مسلمان قوم کے اندر ایک نئی روح پھونکی۔ ان کے کھوئے ہوئے ملکی وقومی تشخص کو بحال کیا۔ ان کے سیاسی جذبے کو ابھارا اور ان کو ایسی قیادت دی جس نے تحریک آزادی کو جلا بخشی۔ یہ اسی تحریک کا کرشمہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمان قوم کا اسلامی معاشرے میں وقار بلند ہوا اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (1877-1938ء)

Dr. Allama Muhammad Iqbal (1877-1938)

پاکستانی قوم جن راہنماؤں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے ان میں سے ایک شخصیت علامہ محمد اقبالؒ کی ہے۔ وہ نہ صرف ایک عظیم فلسفی شاعر تھے بلکہ ترجمان اسلام بھی تھے۔ ان کا شمار سیاست دانوں میں بھی ہوتا ہے کیونکہ آپ نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک الگ مملکت کا ٹھوس تصور دیا۔

علامہ اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ کے ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا جو ایک نیک اور پرہیزگار انسان تھے۔ آپ کے استاد سید میر حسن کی تربیت کا آپ پر گہرا اثر ہوا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کیا۔ فلسفہ میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ 1905ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے۔ انگلینڈ سے بار ایٹ لاء اور میونخ یونیورسٹی جرمنی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ واپسی پر گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور استاد کام کیا۔ جلد ہی ملازمت چھوڑ کر وکالت کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ آپ پنجاب اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ آپ 21 اپریل 1938ء میں اس دارِ فانی کو چھوڑ گئے اور بادشاہی مسجد لاہور کے سامنے دفن ہوئے۔

خدمات

1- علامہ اقبالؒ تاریخ پاکستان میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ ابتدا میں آپ وطن پرست اور ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ آپ کے ابتدائی اشعار اس بات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یورپ کی اعلیٰ تعلیم نے آپ کے نقطہ نظر کو بدل دیا۔ آپ کے اشعار اب مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے ترجمان تھے۔ آپ سارے عالم اسلام کو متحد دیکھنا چاہتے تھے۔

2- علامہ اقبالؒ نے آزادی کے لیے مسلمانوں کی راہنمائی کی۔ آپ کو تصور پاکستان کا خالق کہا جاتا ہے۔ آپ نے مسلم لیگ کے 1930ء الٰہ آباد کے اجلاس میں ایک صدارتی خطبہ میں مسلمانوں کی الگ آزاد ریاست پر روشنی ڈالی اور دلائل سے واضح کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اس لیے مسلم اکثریتی علاقوں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے پر مشتمل مسلمانوں کی اسلامی ریاست قائم کی جائے۔

3- آپ نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی اور مختلف راہنماؤں کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا۔

4- جب قائداعظمؒ انگلینڈ میں سکونت پذیر ہو گئے تو آپ نے 1934ء میں انہیں ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی تاکہ وہ

مسلمانوں کی راہنمائی کر سکیں۔

5- 1940ء میں مسلمانوں نے الگ وطن کا مطالبہ پیش کیا تو 1947ء میں علامہ اقبالؒ کا خواب پورا ہو گیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ (1876-1948ء)

Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah (1876-1948)

قائداعظمؒ کی شخصیت نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تقدیر بدل دی اور انگریزوں و ہندوؤں کو ہندوستان تقسیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

قائداعظمؒ محمد علی جناحؒ 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پونجا جناح کاروبار کرتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں آپ کو سندھ مدرسہ ہائی سکول کراچی میں داخل کروا دیا گیا۔ 1892ء میں میٹرک کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ لندن چلے گئے وہاں لنکن ان یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ واپسی پر 1896ء میں انہیں کافی مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور بمبئی (ممبئی) میں وکالت شروع کر دی۔ 1906ء میں صدر کانگرس دادا بھائی نوروجی کی وساطت سے کانگرس میں شامل ہوئے۔ 1913ء میں سید وزیر حسن کے کہنے پر مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کی پھر مسلمانوں کی تاریخ کا رُخ موڑنے میں لگ گئے۔ ظہور پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ آپ نے 11 ستمبر 1948ء میں وفات پائی اور کراچی میں دفن ہیں۔

خدمات

1- 1916ء میں قائداعظمؒ نے میثاق لکھنو کے تحت دونوں قوموں (ہندوؤں اور مسلمانوں) کو آپس میں متحد کر دیا۔ مسلمانوں کے لیے ہندوؤں سے جداگانہ انتخاب کا حق منوالیا اور ''سفیر امن'' کا خطاب پایا۔

2- 1919ء میں سر سڈنی رولٹ نے ایک ایکٹ پاس کروایا جسے رولٹ ایکٹ کا نام دیا گیا۔ یہ ایک کالا قانون تھا جس میں انتظامیہ کو لامحدود اختیارات دیے گئے اور شہریوں کے حقوق پامال کیے گئے۔ قائداعظمؒ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حکومت برطانیہ سے کہا کہ جو قوم امن کے زمانے میں کالے قانون بناتی ہے وہ مہذب قوم نہیں ہو سکتی۔

3- 1927ء میں تجاویز دہلی میں قائداعظمؒ نے جداگانہ انتخاب کے حق سے دست بردار ہو کر ہندوؤں سے دیگر بہت زیادہ آئینی مراعات حاصل کر لیں۔

4- 1928ء میں نہرو رپورٹ کو مسترد کر کے 1929ء میں چودہ نکات پیش کیے، جس سے پاکستان کی منزل متعین ہو گئی۔

5- گول میز کانفرنسوں (1930-31ء) میں شرکت کر کے مسلمانوں کے قومی تشخص کو برقرار رکھا۔

6- 1934ء میں مسلم لیگ میں جان ڈال کر تحریک آزادی کو آگے بڑھایا۔

7- 1940ء میں منٹو پارک مسلم لیگ کے اجلاس میں قرار دادِ لاہور سے ایک دن پہلے دو قومی نظریے کی وضاحت کی جو پاکستان کی بنیاد بنا۔

8- 1940ء سے 1945ء کے درمیانی عرصہ میں ایک طرف حکومت اور سیاسی جماعتوں کے درمیان اور دوسری طرف مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کی کئی کوششیں کیں۔ جن میں کرپس مشن، گاندھی جناح مذاکرات اور شملہ کانفرنس قابل ذکر ہیں۔

9- 1945-1946ء کے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں کامیابی قائداعظمؒ ہی کی محنت کا ثمر ہے۔ انہوں نے دونوں قوموں (انگریزوں و ہندوؤں) کی سازشوں کا جال ختم کردیا۔ آخرکار ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون 1947ء کا منصوبہ پیش کرکے قیام پاکستان کی حامی بھرلی اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان عالم وجود میں آ گیا۔

مسلم لیگ کا قیام 1906ء

Foundation of Muslim League

انتظامی سہولیات کے پیش نظر لارڈ کرزن نے 1905ء میں بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کردیا، جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا۔ ہندوؤں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ ہندوؤں کی مخالفت، شملہ وفد کی کامیابی اور انگریزوں کی آئینی اصلاحات کے رجحان کو دیکھ کر مسلمانوں نے اپنے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک سیاسی جماعت کے قیام کا سوچا۔ دسمبر 1906ء میں ڈھاکہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرس کا سالانہ اجلاس ہوا، جہاں سیاسی جماعت کی تشکیل پر غور ہوا۔ 30 دسمبر 1906ء کو نواب وقارالملک کی زیر صدارت ایک خاص اجلاس میں نواب سلیم اللہ کی تحریک پر آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم ہوئی۔ سرآغا خاں اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ مرکزی دفتر علی گڑھ میں قائم کیا گیا۔

مقاصد

آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانوں کی پہلی سیاسی جماعت تھی جو مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے قائم کی گئی۔

1- ہندوستان کے مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے لیے جذبہ وفاداری پیدا کرنا اور حکومت کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنا۔

2- مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کرنا اور ان کے مطالبات کو حکومت تک پہنچانا۔

3- ہندوستان کی تمام دوسری اقوام خصوصاً ہندوؤں کے ساتھ تعاون کرنا۔

اہمیت

یہ حقیقت ہے کہ مسلم لیگ کو پاکستان کی بانی جماعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قائداعظمؒ نے 1913ء مسلم لیگ میں شامل ہوکر اسے مزید فعال بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے اس کے پلیٹ فارم پر رہ کر کئی کارنامے سرانجام دیے جس سے اس کی افادیت و اہمیت بڑھتی چلی گئی۔ آخرکار یہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بن گئی۔

1- مسلم لیگ نے مسلمانوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچایا۔ 1909ء میں جداگانہ انتخاب کے مطالبے کو منوانے میں کامیابی حاصل کی اور دو قومی نظریے کو تقویت پہنچائی۔

2- مسلم لیگ نے برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی شعور اور ملی احساس پیدا کیا۔ ان کی سیاسی تاریخ اور آزادی کی جدوجہد کو نئی زندگی بخشی۔

3- مسلم لیگ نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کیا تاکہ وہ اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں۔ ان کے مفادات کی نگرانی کی اور ان کے مطالبات کو مؤثر طریقے سے حکومت وقت کے سامنے پیش کرتی رہی۔

4- مسلم لیگ کے اجلاس میں ہی علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں تصورِ پاکستان پیش کیا۔ 1940ء میں مسلم لیگ کی طرف سے باقاعدہ طور پر قراردادِ لاہور کے ذریعے الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔ قائداعظمؒ کی قیادت میں مسلم لیگ نے جدوجہد کی اور پاکستان ایک اسلامی مملکت کے طور پر معرضِ وجود میں آیا۔

قائداعظمؒ کے چودہ نکات (1929ء)

Quaid-e-Azam's Fourteen Points (1929)

قائداعظمؒ نے نہرو رپورٹ کی ظالمانہ سفارشات کو دیکھ کر مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے چودہ نکات پر مشتمل تجاویز آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ 1929ء میں پیش کیں جو قائداعظمؒ کے چودہ نکات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

1- ہندوستان کا آئندہ آئین وفاقی ہو۔

2- صوبوں کو خودمختاری حاصل ہو اور انہیں یکساں اختیارات دیے جائیں۔

3- مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریقہ انتخاب برقرار رکھا جائے۔

4- مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو 1/3 نمائندگی دی جائے۔

5- تمام صوبوں میں اقلیتوں کو مناسب نمائندگی دی جائے اور کسی فرقہ کی اکثریت کو اقلیت میں نہ بدلا جائے۔

6- کوئی بل یا قرارداد کسی بھی قانون ساز ادارے کو پیش نہ کی جائے اگر اس سے متعلقہ قوم کے 3/4 ارکان اس کی مخالفت کریں۔

7- سندھ کو بمبئی (ممبئی) سے الگ کیا جائے۔

8- دوسرے صوبوں کی طرح صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بھی اصلاحات کی جائیں۔

9- ہندوستان کے تمام فرقوں کو مذہبی آزادی دی جائے۔

10- مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں مناسب حصہ دیا جائے۔

11- مرکزی و صوبائی وزارتوں میں کم از کم 1/3 مسلمان شامل کیے جائیں۔

12- اسلامی تہذیب و تعلیم اور مسلم اوقاف کو آئین میں تحفظ دیا جائے۔

13- کسی صوبے کی رضامندی کے بغیر آئین میں ترمیم نہ کی جائے۔

14- صوبوں کی حدود میں کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جس سے مسلم اکثریت متاثر ہو۔

قراردادِلاہور (1940ء)

Lahore Resolution (1940)

تحریک پاکستان میں پہلی دفعہ مسلم لیگ کے سیاسی پلیٹ فارم پر علامہ اقبالؒ نے 1930ء کے سالانہ اجلاس الہ آباد میں ایک الگ مملکت کا تصور پیش کیا۔اس سے پہلے بھی بعض شخصیات تقسیم ہند کی تجاویز دے چکی تھیں۔ 1933ء میں چودھری رحمت علی نے اپنے ایک پمفلٹ ''اب نہیں تو پھر کبھی نہیں'' (Now or Never) کے ذریعے مسلمانوں کو پاکستان کے لفظ سے روشناس کروایا جو پنجاب کے 'پ'۔ افغانیہ (صوبہ سرحد) کے 'ا' کشمیر کے 'ک'۔ سندھ کے 'س' اور بلوچستان کے 'تان' پر مشتمل تھا۔ 1934ء میں قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا کام تیز کردیا۔ 1937ء کی کانگرسی وزارتوں نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کردی۔ان حالات میں 1939ء میں دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ اور کونسل نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سال لاہور میں ہونے والے اجلاس میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام کا مطالبہ کیا جائے گا۔

1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی جلسہ قائداعظمؒ کی زیر صدارت منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں منعقد ہوا۔ قائداعظمؒ نے دوقومی نظریے کی وضاحت کی اور فرمایا کہ برصغیر کے مسلمان محض ایک اقلیت نہیں بلکہ ہر تعریف کے لحاظ سے ایک قوم ہیں جن کے الگ وطن کی ضرورت ہے۔مسلمان ایسی قوم ہیں جن کی تہذیب، تاریخ، مذہب اور زبان ہندوؤں سے مختلف ہے لہٰذا ان کا آپس میں اکٹھا رہنا ناممکن ہے۔ 23 مارچ 1940ء کو شیر بنگال مولوی اے۔ کے فضل الحق نے وہ تاریخی قرارداد پیش کی جسے قراردادِلاہور کہا جاتا ہے۔بعد میں یہی قرارداد ''قراردادِ پاکستان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔اس قرارداد کا متن یہ ہے۔

''جغرافیائی اعتبار سے ان علاقوں کو جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے (جیسے ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے) اس طرح متحد کیا جائے کہ وہ آزاد ریاستیں بن سکیں۔ ہر علاقہ داخلی طور پر خودمختار ہو۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کے مذہبی، سیاسی، ثقافتی اور معاشی حقوق ومفادات کا تحفظ کیا جائے۔''

تمام مسلمانانِ ہند نے اس قرارداد کی حمایت وتائید کی۔اس قرارداد سے مسلمانوں کی منزل متعین ہوگئی۔مسلمانوں نے قائداعظمؒ کو اپنا لیڈر تسلیم کرلیا اور ان کی مدبرانہ صلاحیتوں کی روشنی میں آزاد ریاست کے قیام کی جدوجہد شروع کردی۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی ہردلعزیز اور نمائندہ جماعت بن گئی۔حصول پاکستان کے لیے مسلمانوں کا عزم مضبوط ہوگیا۔

3 جون 1947ء کا منصوبہ

(3rd June 1947 Plan)

ہندوستان کے حالات کو دیکھتے ہوئے فروری 1947ء میں برطانوی وزیراعظم لارڈ اٹیلی نے اعلان کیا کہ برطانیہ ہر صورت میں جون 1948ء تک برصغیر کا اقتدار چھوڑ دے گا۔اس مقصد کے لیے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو برصغیر کا آخری گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔اس نے برصغیر کو متحد رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔جلد ہی اس نے محسوس کیا کہ برصغیر کا حل صرف اس کی تقسیم ہے تاکہ دو آزاد ریاستیں پاکستان اور بھارت بن سکیں۔

3 جون 1947ء کو تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے منصوبے کا اعلان کیا گیا اس میں فیصلہ کیا گیا کہ اقتدار 14 اگست 1947ء کو مسلمانوں کو منتقل کر دیا جائے گا۔ صوبہ سرحد اور آسام کے ضلع سلہٹ میں ریفرنڈم کرایا جائے گا۔ بلوچستان کا فیصلہ جرگہ کرے گا۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لیے ایک سربراہ کمیشن بنایا جائے گا۔ جس کی تشکیل کی گئی اور ریڈکلف سربراہ مقرر ہوئے۔ ریڈکلف کی بددیانتی سے مسلمان آبادی کے علاقے ہندوستان کے حوالے کر دیے گئے۔ جولائی 1947ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے برصغیر کی آزادی اور تقسیم کی منظوری دے دی جسے قانونِ آزادی ہند 1947ء کہتے ہیں۔

سوالات

1- نظریہ پاکستان کی تعریف کریں اور اس کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کریں۔

2- فلاحی ریاست کے لیے نظریہ پاکستان کی اہمیت اجاگر کریں۔

3- قومی یکجہتی کا مفہوم بیان کریں اور اس کے فروغ کے لیے ضروری اقدامات کا جائزہ لیں۔

4- تحریک پاکستان کے حوالے سے درج ذیل شخصیات کا کردار واضح کریں۔

(الف) سرسید احمد خاں (ب) ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (ج) قائداعظم محمد علی جناحؒ

5- مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد اور اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

6- قائداعظمؒ کے مشہور چودہ نکات بیان کریں۔

7- درج ذیل پر نوٹ لکھیں۔

(الف) قراردادِ پاکستان (ب) 3 جون 1947ء کا منصوبہ

باب8

پاکستان میں آئینی ارتقاء

(Constitutional Development in Pakistan)

آئینی ارتقا

آئین یا دستور کسی ملک کے سیاسی ڈھانچے کی وضاحت کرتا ہے۔ پاکستان کو آزادی کے بعد بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جن میں سے ایک مسئلہ آئین سازی کا بھی تھا۔ پاکستان کے پہلے آئین کی تیاری تک 1935ء کے انڈیا ایکٹ کو مناسب تبدیلیوں کے ساتھ ملک کا عبوری آئین بنایا گیا۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے 10 اگست 1947ء کو قائداعظمؒ کو اسمبلی کا صدر چنا۔ اس اسمبلی نے ابتدائی دو سالوں میں آئین سازی کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر کام نہ کیا تاہم مارچ 1949ء میں اس نے کام شروع کیا۔ آئین سازی کی ابتدا قرارداد مقاصد کی منظوری سے کی گئی۔ قرارداد مقاصد کے پاس ہونے کے بعد آئین سازی کے لیے بنیادی اصولوں کی کمیٹی بنائی گئی جس نے وزیراعظم لیاقت علی خاں کی زیر قیادت عبوری رپورٹ 28 ستمبر 1950 کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کی جو چند وجوہات کی بنیاد پر پاس نہ ہوسکی۔ اسی کمیٹی کو دوبارہ رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا جس نے 22 دسمبر 1952ء کو خواجہ ناظم الدین کی سربراہی میں دستور ساز اسمبلی میں پیش کی جو شدید نقطہ چینی کی بنا پر رد ہوگئی۔

خواجہ ناظم الدین اور اس کی کابینہ کو 16 اپریل 1953ء کو برطرف کر دیا گیا اور ان کی جگہ محمد علی بوگرا نئے وزیراعظم بنے۔ محمد علی بوگرا نے اپنا فارمولا نومبر 1953ء میں دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جس کو پہلی دونوں رپورٹوں کے مقابلے میں زیادہ پسند کیا گیا اور رائے عامہ کے تمام حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا لیکن 24 اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل ملک غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی کو برخاست کر دیا اور آئین سازی کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی۔

دوسری دستور ساز اسمبلی کا قیام 23 جون 1955ء کو عمل میں آیا جس نے ترجیحی بنیادوں پر دستور سازی کا کام شروع کیا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے اختلافات کو دور کرنے کے لیے مغربی پاکستان میں 14 اکتوبر 1955ء کو ون یونٹ کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت کے وزیراعظم چوہدری محمد علی کی نگرانی میں بڑی محنت سے آئین کا مسودہ تیار کیا گیا جس پر تمام گروہ راضی ہوگئے اور وہ دستور ساز اسمبلی سے بھاری اکثریت سے پاس ہونے کے بعد 23 مارچ 1956ء کو نافذ العمل ہوا۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے 1958ء میں اقتدار سنبھالنے کے بعد جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں آئینی کمیشن تشکیل دیا۔ 8 جون 1962 کو دوسرا آئین لاگو کیا گیا جو 1969ء تک نافذ رہا۔ 1970ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے جس کے نتیجہ میں قومی اسمبلی معرض وجود میں آئی جس نے متفقہ آئین 1973 میں پاس کیا جو 14 اگست 1973 کو لاگو ہوا۔

قراردادمقاصد
(Objectives Resolution)

قراردادمقاصد کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خاں نے 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی سے منظور کروایا۔ اس قرارداد کے نکات درج ذیل تھے۔

1-اقتدارِاعلیٰ
اللہ تعالیٰ کل کائنات کا حاکم مطلق ہے اور اقتدارِاعلیٰ اِسی کی پاک ذات کو حاصل ہے۔ پاکستان کے عوام اقتدارِاعلیٰ کو اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت سمجھتے ہوئے اس کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں گے۔

2-اسلامی اصول
پاکستان میں اسلامی اصولوں کو فروغ دیا جائے گا۔جمہوریت،آزادی،مساوات رواداری اور معاشرتی انصاف کا احترام کیا جائے گا۔

3-بنیادی حقوق
تمام شہریوں کو بلا امتیاز، معاشرتی، معاشی، مذہبی اور سیاسی حقوق دیے جائیں گے۔اس کے علاوہ انھیں آزادی رائے اور آزادی اجتماع کا حق بھی حاصل ہوگا تاکہ وہ اپنی شخصیتوں کی بہتر نشوونما کرسکیں۔

4-اسلامی طرزِزندگی
پاکستان میں مسلمانوں کے لیے اسلامی ماحول پیدا کیا جائے گا تاکہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روشنی میں ڈھال سکیں۔

5-اقلیتوں کا تحفظ
پاکستان کے تمام غیر مسلم شہریوں کو مکمل آزادی اور تحفظ حاصل ہوگا۔انہیں اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے اور عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی بھی آزادی ہوگی۔

6-پسماندہ علاقوں کی ترقی
پسماندہ علاقوں کی ترقی کا خصوصی خیال رکھا جائے گا۔انہیں سیاسی، معاشرتی، معاشی اور دوسرے شعبوں میں شرکت اور ترقی کا موقع ملے گا۔

7-آزادعدلیہ
عدلیہ آزاد ہوگی اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوگا اور وہ انصاف کے تقاضے اپنے اختیارات کے مطابق پورے کرنے کی حامل ہوگی۔

8-وفاقی نوعیت
پاکستان ایک وفاق ہوگا جس میں صوبوں کو حدود کے اندر رہتے ہوئے خودمختاری حاصل ہوگی۔

9-قرآن وسنت
پاکستان کا دستور قرآن وسنت کی روشنی میں ترتیب دیا جائے گا اور یہاں اسلامی اصولوں سے متصادم کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔

10- دفاعِ پاکستان

وفاق میں شامل تمام علاقوں کی سالمیت اور آزادی کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔ پاکستان کی برّی، بحری اور فضائی حدود کے دفاع اور تحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے گا تاکہ پاکستان کے عوام بین الاقوامی برادری میں باعزت مقام حاصل کر سکیں۔

1956ء کا آئین

(The Constitution of 1956)

دوسری دستور ساز اسمبلی میں نئے آئین کا مسودہ 8 جنوری 1956ء کو پیش کیا گیا جسے اسمبلی نے اکثریت سے 29 فروری 1956ء کو منظور کر لیا۔ گورنر جنرل کی حتمی منظوری کے بعد اسے پاکستان کے پہلے آئین کے طور پر 23 مارچ 1956ء کو نافذ کر دیا گیا۔

خصوصیات

1- تحریری آئین

1956ء کا آئین مختصر اور تحریری تھا۔ یہ آئین 234 دفعات، 13 ابواب اور 6 گوشواروں پر مشتمل تھا۔

2- وفاقی آئین

1956ء کا آئین وفاقی طرز کا تھا جو وفاق دو صوبوں مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل تھا۔ دونوں کی حیثیت مساوی تھی۔ اس کے علاوہ آئین میں صوبائی اور مرکزی اختیارات کی حد بندی دو فہرستوں میں کر دی گئی تھی جس کے تحت صوبے خود مختار تھے۔

3- پارلیمانی نظام

اس آئین کے تحت ملک میں پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا۔ صدر پاکستان ملک کے آئینی سربراہ تھے اور انتظامی اختیارات وزیر اعظم کو حاصل تھے۔

4- ایک ایوانی مقنّنہ

اس آئین کے مطابق پارلیمنٹ صرف ایک ایوان پر مشتمل تھی۔

5- واحد شہریت

اس آئین میں واحد شہریت کا قانون اپنایا گیا یعنی پاکستان کے باشندے صرف پاکستانی کہلائیں گے، انھیں صوبوں کی شہریت حاصل نہیں ہوگی۔

6- راہنما اصول

حکومت کے لیے راہنما اصول بنائے گئے۔ ان میں جمہوریت، مساوات، معاشرتی انصاف اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ شامل تھا۔

7- آئینی ادارے

اس آئین کی اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس کے تحت مختلف آئینی ادارے قائم کیے گئے جن میں سپریم کورٹ، پبلک سروس کمیشن، آڈیٹر جنرل اور ادارہ تحقیقات اسلامی وغیرہ شامل تھے۔

8- آزاد عدلیہ

اس آئین کے تحت عدالتیں آزاد تھیں۔ ججوں کو ملازمتوں کا تحفظ دیا گیا۔

9- بنیادی حقوق

اس آئین کے تحت طے پایا کہ تمام شہریوں کو بہتر زندگی گزارنے کے لیے بنیادی حقوق دیے جائیں گے۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر تھے اور ان کو معاشرتی، معاشی اور سیاسی حقوق عطا کیے جائیں گے۔

10- قومی زبانیں

اس آئین کے رو سے اردو اور بنگالی زبانیں سرکاری طور پر اپنائی گئیں لیکن انگریزی زبان اس وقت تک دفتری زبان کے طور پر استعمال ہوگی جب تک اردو اور بنگالی اس کی جگہ نہ لے لیں۔

11- اسلامی دفعات

آئین کی رو سے پاکستان کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا۔ صدر پاکستان کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا۔ آئین کے آغاز میں قرارداد مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ آئین میں کہا گیا کہ ملک میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہو۔ پاکستانی عوام کو ایسے مواقع فراہم کیے جائیں گے کہ وہ اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق گزار سکیں۔

1962ء کا آئین

(The Constitution of 1962)

جنرل ایوب خاں نے نیا آئین بنا کر 8 جون 1962ء کو ملک میں نافذ کر دیا جسے فرد واحد کا بنایا ہوا آئین بھی کہا جاتا ہے۔

خصوصیات

1- تحریری آئین

1962ء کا آئین بھی 1956ء کے آئین کی طرح تحریری تھا۔ یہ آئین 250 دفعات، 5 گوشواروں اور 12 حصوں میں منقسم تھا۔

2- وفاقی آئین

1962ء کا آئین بھی وفاقی آئین تھا۔ ملک میں ایک مرکزی حکومت اور دو صوبائی حکومتیں تھیں۔ مرکز اور صوبوں (مشرقی اور مغربی پاکستان) کے اختیارات کو دو فہرستوں کے ذریعے واضح کر دیا گیا تھا اور باقی ماندہ اختیارات صوبوں کے حوالے کر دیے گئے تھے۔

3- ایک ایوانی مقننہ

اس آئین کے تحت پاکستان کی پارلیمنٹ صرف ایک ایوان پر مشتمل تھی جسے قومی اسمبلی کا نام دیا گیا جس کو بالواسطہ انتخاب

کے ذریعے پانچ سال کے لیے منتخب ہونا تھا۔

4- صوبوں کی مساوی حیثیت

1962ء کے آئین میں ملک کے دونوں صوبوں کے درمیان مساوی حیثیت کو ہر لحاظ سے برقرار رکھا گیا۔ بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کی تعداد دونوں میں برابر یعنی چالیس چالیس ہزار تھی۔ قومی اسمبلی کی نشستوں میں بھی برابری کا اصول قائم رکھا گیا۔ دونوں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کی تعداد اور اختیارات برابر تھے۔

5- قومی زبان

اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کو سرکاری طور پر رائج کیا گیا لیکن انگریزی کا استعمال بھی بدستور جاری رہا۔

6- صدارتی طرز حکومت

نئے آئین میں صدارتی طرز حکومت قائم کیا گیا۔ سربراہ ریاست اور سربراہ حکومت صدر تھا۔ صدر کسی کے سامنے جوابدہ نہیں تھا۔ صدر اپنی کابینہ کا انتخاب خود ہی کرتا تھا اور کابینہ صرف اسی کے سامنے جوابدہ تھی۔ کابینہ کے ارکان پارلیمنٹ کے رکن نہیں تھے اور نہ ہی ووٹ دے سکتے تھے، صرف اس کے اجلاس میں شرکت کر سکتے تھے۔

7- آزاد عدلیہ

1962ء کے آئین میں بھی عدلیہ کی آزادی کو برقرار رکھا گیا۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ کو یہ اختیارات دیے گئے کہ وہ صوبوں اور مرکز کے درمیان ہونے والے اختلافات کو انصاف کے تقاضوں کے پیش نظر حل کرے۔

8- طریقہ ترمیم

قومی اسمبلی دو تہائی اکثریت سے کوئی بھی ترمیم منظور کر سکتی تھی لیکن اس ترمیم کے مؤثر ہونے کے لیے صدر مملکت کی منظوری لازمی قرار دی گئی۔

9- اسلامی دفعات

1962ء کے آئین میں قرارداد مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ یہ واضح کیا گیا کہ ملک میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور عوامی نمائندے اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کریں گے۔ ملک کے سربراہ کے لیے لازم تھا کہ وہ مسلمان ہو۔ آئین میں یہ بھی کہا گیا کہ ملک میں اسلامی تعلیمات کے خلاف قانون سازی نہیں ہوگی۔

10- بنیادی جمہوریتیں

نئے آئین میں عوام کو بنیادی جمہوریتوں کا نظام دیا گیا۔ یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ اس نظام کے مطابق دیہاتی علاقوں میں یونین کونسلیں، قصبوں کے لیے ٹاؤن کمیٹیاں اور شہروں میں میونسپل کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ اس کے علاوہ ڈسٹرکٹ کونسلیں اور ڈویژنل کونسلیں بھی قائم کی گئیں۔ ان سب کا مقصد یہ تھا کہ یہ کونسلیں اپنے اپنے علاقوں کے لیے ترقیاتی پروگرام تشکیل دیں اور ان پر عمل کروائیں۔

11- طریق انتخاب

بنیادی جمہوریتوں کے ممبران کا چناؤ عوام نے بلاواسطہ طریقہ انتخاب سے کیا۔ یہ ارکان پانچ سال کے لیے منتخب ہوتے تھے۔ ان کی تعداد اسی ہزار تھی جو دونوں صوبوں سے برابر لی گئی تھی۔ بنیادی جمہوریتوں کو انتخابی ادارہ بنا دیا گیا۔ یہ انتخابی ادارہ صدر،

مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کو پانچ سال کے لیے منتخب کرتا تھا۔ یہ آئین 1962ء سے 1969ء تک نافذ العمل رہا۔

1973ء کا آئین

(The Constitution of 1973)

خصوصیات

1- اسلامی دستور

اس آئین کو اس لحاظ سے اسلامی دستور قرار دیا جاتا ہے کہ اس میں مملکت کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا اور یہ بات واضح کر دی گئی کہ ہر قانون قرآن وسنت کے مطابق بنایا جائے گا اس مقصد کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی گئی جو حکومت اور پارلیمنٹ کی راہنمائی کرے گی۔ مملکت کے صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ قرارداد مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا۔

2- تحریری آئین

1973ء کا آئین جامع دستاویز کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ آئین 280 دفعات، 12 حصوں اور 6 گوشواروں پر مشتمل ہے۔

3- استوار آئین

یہ آئین استوار تھا جس میں تبدیلی ہر ایوان کی دو تہائی اکثریت سے کی جا سکتی ہے۔ مشترکہ اجلاس کی صورت میں بھی دو تہائی اکثریت لازمی ہے۔ پاکستان کی سیاست ہمیشہ عدم استحکام اور اضطراب کا شکار رہی ہے اس لیے یہ کوشش کی گئی کہ نیا دستور استوار ہو تا کہ آئے دن طریق حکومت نہ بدلتا رہے مگر ساتھ ہی اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا کہ دستوری اصول بالکل جامد نہ ہو کہ مستقبل کی ضرورتوں کے مطابق ان میں ترمیم نہ کی جا سکے۔

4- وفاقی نظام حکومت

آئین کی رو سے پاکستان ایک وفاق ہے جو چار صوبوں پنجاب، سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ، بلوچستان، وفاقی دارالحکومت اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں پر مشتمل ہے۔

5- دو ایوانی مقنّنہ

پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ ایوان بالا سینٹ اور ایوان زیریں قومی اسمبلی کہلاتا ہے۔

6- پارلیمانی طرز حکومت

آئین کے تحت طرز حکومت پارلیمانی ہے۔

7- صوبائی خود مختاری

اس آئین کے تحت صوبائی خود مختاری دی گئی ہے اور صوبے اپنے اپنے دائرہ کار میں خود مختار ہیں۔

8- آزاد عدلیہ

آئین میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ ججوں کا تقرر صدر مملکت کرتا ہے جبکہ ان کی برطرفی سپریم جوڈیشل کونسل

کی سفارش پر صدر کر سکتا ہے۔ عدلیہ کو انصاف کی فراہمی کے علاوہ دستور کے تحفظ کا فریضہ بھی سونپا گیا ہے۔

9- بنیادی حقوق

آئین میں پاکستان کے شہریوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ ان حقوق کا تعلق جان و مال، عزت و آبرو کے تحفظ، حصول معاش، آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اجتماع وغیرہ کے ساتھ ہے۔

10- سرکاری زبان

آئین کے مطابق اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا ہے تاہم اس وقت تک انگریزی زبان دفاتر میں استعمال کی جا سکتی ہے جب تک اس کی جگہ اردو زبان رائج کرنے کے انتظامات نہیں ہو جاتے۔

11- براہ راست طریق انتخاب

موجودہ آئین کے تحت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں براہ راست انتخابات کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ جبکہ صدر کا انتخاب بالواسطہ ہوگا۔

12- مخلوط طریق حکومت

سترھویں ترمیم کے تحت ملک میں انتخاب کا مخلوط طریق کار اپنایا گیا۔

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات

1- حاکمیت

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک ہے۔ ہر طاقت اس کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اقتدار اعلیٰ امانتاً انسان کو دیا ہے وہ اس کا استعمال دیانتداری سے کرے گا۔

2- ملک کا نام

پاکستان چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے لہٰذا آئین کے مطابق ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا

3- صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا

1973ء کے آئین کے مطابق ملک کے سربراہ صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

4- سرکاری مذہب

1973ء کے آئین کے مطابق اسلام کو سرکاری مذہب کا درجہ دیا گیا تا کہ لوگ اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق گزار سکیں۔

5- قرآن پاک کی اغلاط سے پاک طباعت

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں قرآن پاک کی اغلاط سے پاک طباعت کرائے۔

6- لازمی دینی تعلیم

اس آئین کے مطابق ملک میں دینی تعلیم لازمی ہوگی اور عربی کو چھٹی سے آٹھویں جماعت تک لازمی قرار دیا گیا ہے۔

7- سود کا خاتمہ

سود اسلام میں حرام قرار پایا ہے لہٰذا بنکاری کے کاروبار کو سودی طریقوں سے نجات دلائی جائے گی۔

8- زکوٰۃ اور عشر

زکوٰۃ ہر صاحب نصاب پر لازم ہے اس لیے اس آئین میں زکوٰۃ اور عشر کا باقاعدہ نظام ترتیب دیا گیا۔

9- اسلامی اصول

اس آئین کو اسلامی اصولوں یعنی جمہوریت، عدل و انصاف، رواداری اور مساوات وغیرہ کے مطابق بنایا گیا۔

10- اقلیتوں کے مذہبی حقوق

اس آئین میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی دی گئی ہے اور انھیں تمام معاشرتی، معاشی اور سیاسی حقوق دیے گئے ہیں۔

11- اسلامی نظریاتی کونسل

1973ء کے آئین میں ایک ادارہ قائم کیا گیا جسے ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا نام دیا گیا۔ اس کونسل کے چیئر مین اور دیگر ارکان کا چناؤ صدر مملکت وزیر اعظم کے مشورے سے کرتا ہے۔

12- اسلامی اقدار

اس آئین کے مطابق اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ معاشرتی برائیوں مثلاً جوا، عصمت فروشی، منشیات کا استعمال، اور فحش لٹریچر کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے گی کیونکہ یہ برائیاں ایک اسلامی معاشرے کے لیے ناسور ہیں۔

13- پاکستان اور اسلامی ممالک

1973ء کے آئین میں یہ واضح کیا گیا کہ تمام مسلم ممالک سے اچھے تعلقات قائم کیے جائیں گے۔

سوالات

1- قراردادِ مقاصد کے اہم نکات کی وضاحت کریں۔
2- 1956ء کا آئین کن خصوصیات کا حامل تھا؟
3- 1962ء کے آئین کی خصوصیات کا جائزہ لیں۔
4- 1973ء کے آئین کی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔
5- 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات بیان کریں۔

باب 9

پاکستان میں مقامی حکومت

(Local Government in Pakistan)

تعریف

مقامی حکومت سے مراد ایسی حکومت ہے جس کی باگ ڈور مقامی لوگوں کے ہاتھ ہوتی ہیں اور وہی مقامی سطح کی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اور ان کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

تاریخی پس منظر

پاکستان کے قیام سے قبل جنوبی ایشیا میں مقامی حکومتوں کا نظام وائسرائے لارڈ رپن نے 1884ء میں ایک ایکٹ کے ذریعے نافذ کیا اور اس نے ضلع اور تحصیل کی سطح پر مقامی بورڈ قائم کیے جن کے ذمے مقامی لوگوں کے مسائل حل کرنا تھے لیکن یہ ادارے لوگوں کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہے کیونکہ ان کے پاس نہ تو اختیارات تھے اور نہ ہی وسائل تھے۔

پاکستان کے قیام کے بعد لارڈ رپن کے نظام کو اپنایا گیا لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس نظام کو سیاسی ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ 1958ء تک یہ نظام مکمل طور پر معطل ہو چکا تھا اور مارشل لاء کے نفاذ کے بعد اس کو منسوخ کر دیا گیا۔

صدر ایوب خاں نے بنیادی جمہوریتوں کا حکم نامہ 27 اکتوبر 1959ء کو جاری کیا جس کے مطابق پاکستان میں مقامی حکومتوں کا ایک نظام لاگو کیا گیا جسے "بنیادی جمہوریت" کا نام دیا گیا۔ جس کا اہم مقصد یہ تھا کہ اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی اور عوام کے مسائل کا حل بنیادی سطح پر ان کے اپنے نمائندوں کے ذریعے کیا جائے۔ یہ نظام کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہ لا سکا اور نہ ہی لوگوں کے مسائل کو حل کر سکا کیونکہ اس کو انتخابی ادارہ کے طور پر استعمال کیا گیا لہٰذا حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی یہ نظام ختم ہو گیا۔

ضیاء الحق کے برسر اقتدار آنے کے بعد مقامی حکومتوں کے نظام کو دوبارہ نافذ کیا گیا اور مقامی حکومتوں کے انتخابات دو دفعہ کروائے گئے۔ یہ نظام مضبوط بنیادوں پر قائم کیا گیا اور مرحلہ وار ترقی کرتا رہا۔

اس طرح مقامی حکومت کا یہ نظام سال ہا سال چلتا رہا مگر عوام کی اکثریت کو کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہو سکا۔ موجودہ نظام کی خامیاں دور کرنے کے لیے جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے 12 اکتوبر 1999ء کو حکومت سنبھالنے کے بعد مقامی حکومتوں کے نظام میں واضح تبدیلیاں لانے کا وعدہ کیا تاکہ اقتدار عوام کی نچلی سطح تک منتقل ہو سکے۔ صدر پاکستان نے نئے نظام کے تحت مرحلہ وار انتخابات دسمبر 2000ء اور اگست 2001ء کے درمیان کروائے اور اس کا اجرا 14 اگست 2001ء کو کیا۔ یہ نظام 2008ء تک کام کرتا رہا۔

2010ء میں آئین میں اٹھارویں ترمیم منظور ہوئی جس میں آرٹیکل (A)140 کا اضافہ کیا گیا جس کے مطابق صوبائی حکومتوں پر لازم قرار پایا کہ وہ مقامی حکومتیں قائم کریں اور ان کو انتظامی اور مالیاتی اختیارات دیں۔ 2013ء میں تمام صوبائی حکومتوں نے مقامی حکومتوں کے قیام کے لیے ایکٹ پاس کیے جن کے مطابق دیہی علاقے میں نظام دو درجاتی ہے جبکہ خیبر پختونخوا میں تین درجاتی ہے۔ جس میں ضلعی حکومتیں اور یونین کی حکومتیں شامل ہیں جبکہ شہری علاقے میں تین درجاتی ہے جس میں میٹروپولیٹن کارپوریشن، میونسپل کارپوریشن اور میونسپل کمیٹیاں شامل ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

دیہی علاقے (دو درجاتی نظام)

1- ضلعی حکومت

ضلعی حکومت چیئرمین، وائس چیئرمین اور ضلع کونسل کے ارکان اور چیف آفیسر پر مشتمل ہوتی ہے۔

(ا) **چیئرمین و وائس چیئرمین:** ضلع کونسل کے پہلے اجلاس میں چیئرمین اور وائس چیئرمین کا انتخاب مشترکہ پینل میں، ضلع کونسل کے موجودہ ارکان میں سے، اکثریت سے کیا جاتا ہے۔ چیئرمین ضلع کونسل کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے اور وائس چیئرمین، چیئرمین کی عدم موجودگی میں فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(ب) **ضلع کونسل:** ضلع کی تمام یونین کونسلوں کے براہِ راست منتخب کردہ چیئرمین بلحاظ عہدہ ضلع کونسل کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ 15 یا 15 سے کم نشستیں عورتوں کے لیے۔ تین یا تین سے کم نشستیں کسانوں کے لیے، پانچ یا پانچ سے کم نشستیں غیر مسلموں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں یا جو حکومت مقرر کرتی ہے۔ مزید ایک نشست ٹیکنوکریٹ اور ایک نوجوانوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔

(ج) **چیف آفیسر:** سرکاری ملازم ہوتا ہے۔ ضلع کے تمام محکموں کی نگرانی کرتا ہے اور ان میں رابطہ قائم رکھتا ہے۔

2- یونین کونسل

یونین کونسل، چیئرمین، وائس چیئرمین اور چھ جنرل کونسلر پر مشتمل ہوتی ہے جن کا انتخاب مذکورہ یونین کونسل کے عوام براہِ راست پنجاب، بلوچستان اور سندھ میں چار سال کے لیے اور خیبرپختونخواہ میں تین سال کے لیے کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو عورتوں کے لیے ایک ایک کسانوں، نوجوانوں اور غیر مسلموں کے نشستیں مخصوص ہوتی ہیں۔

چیئرمین یونین کونسل کا سربراہ ہوتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں وائس چیئرمین فرائض سرانجام دیتا ہے۔

شہری علاقے (تین درجاتی نظام)

1- میٹروپولیٹن کارپوریشن

میٹروپولیٹن کارپوریشن میئر، ڈپٹی میئر کارپوریشن کے ارکان اور چیف آفیسر پر مشتمل ہوتی ہے۔

(ا) **میئر و ڈپٹی میئر:** میٹروپولیٹن کے پہلے اجلاس میں میئر اور ڈپٹی میئر کا انتخاب مشترکہ پینل میں، کارپوریشن کے موجودہ ارکان میں سے، اکثریت سے کیا جاتا ہے۔ میئر میٹروپولیٹن کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں ڈپٹی میئر فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(ب) **کارپوریشن:** کارپوریشن میں واقع تمام یونین کونسلوں کے براہِ راست منتخب کردہ چیئرمین بلحاظ عہدہ کارپوریشن کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ 45 مخصوص نشستیں ہیں جن میں 25 عورتوں کے لیے 5 ورکروں کے لیے، 2 نوجوانوں اور 10 غیر مسلموں کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔

(ج) **چیف آفیسر:** سرکاری ملازم ہوتا ہے جو تمام محکموں کی نگرانی کرتا ہے اور تمام محکموں میں رابطہ قائم رکھتا ہے۔

2- میونسپل کارپوریشن

میونسپل کارپوریشن میئر، ڈپٹی میئر، کارپوریشن کے ارکان اور چیف آفیسر پر مشتمل ہوتی ہے۔

(ا) میئر و ڈپٹی میئر: کارپوریشن کے پہلے اجلاس میں میئر اور ڈپٹی میئر کا انتخاب مشترکہ پینل میں، کارپوریشن کے موجودہ ارکان میں سے، اکثریت سے کیا جاتا ہے۔ میئر میونسپل کارپوریشن کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی ڈپٹی میئر فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(ب) کارپوریشن: کارپوریشن میں واقع تمام یونین کونسلوں کے براہِ راست منتخب کردہ چیئر مین بلحاظ عہدہ میونسپل کارپوریشن کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ مخصوص نشستیں 15 یا 15 سے کم عورتوں کے لیے اور 5 یا 5 سے کم غیر مسلموں کے لیے نمائندے حکومت مقرر کرتی ہے۔ مزید 2،2 نشستیں ورکر اور ٹیکنو کریٹ اور ایک نوجوانوں کے مخصوص ہیں۔

(ج) چیف آفیسر: سرکاری ملازم ہوتا ہے۔ کارپوریشن کے تمام محکموں کی نگرانی کرتا ہے اور محکموں میں رابطہ قائم رکھتا ہے۔

3- میونسپل کمیٹی

میونسپل کمیٹی، چیئر مین، وائس چیئر مین، کمیٹی کے ارکان اور چیف آفیسر پر مشتمل ہوتی ہے۔

(ا) چیئر مین اور وائس چیئر مین: میونسپل کمیٹی کے پہلے اجلاس میں چیئر مین اور وائس چیئر مین کا انتخاب مشترکہ پینل میں، کمیٹی کے موجودہ ارکان میں سے، اکثریت سے کیا جاتا ہے۔ چیئر مین میونسپل کمیٹی کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں وائس چیئر مین فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(ب) کمیٹی: میونسپل کمیٹی میں واقع تمام وارڈوں سے براہِ راست عوام سے منتخب کردہ کونسلر بلحاظ عہدہ کمیٹی کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ 5 یا 5 سے کم عورتوں کے لیے 3 یا 3 سے کم غیر مسلموں کے لیے، 2 یا 2 سے کم ورکر کے لیے نمائندے حکومت مقرر کرتی ہے۔ مزید ایک نوجوان کا نمایندہ بھی شامل ہوتا ہے۔

(ج) چیف آفیسر: چھوٹے درجے کا سرکاری ملازم ہوتا ہے جو تمام امور کی نگرانی کرتا ہے اور تمام محکموں میں رابطہ قائم رکھتا ہے۔

مقامی حکومتوں کے فرائض واختیارات

ا۔ ضلع کونسل کے فرائض

1- بائی لاز اور ٹیکسوں کی منظوری دینا
2- ضلع کونسل کے سالانہ بجٹ کی منظوری دینا اور ان کو لاگو کرنا
3- ضلع کے افسران کی کارکردگی کا جائزہ لینا
4- شہریوں میں فلاحی کاموں اور معاشرتی اصلاح کا جذبہ پیدا کرنا
5- عوامی سڑکوں اور راستوں سے تجاوزات ہٹانا
6- مویشی منڈیاں اور عوامی میلے منعقد کروانا اور کھیلوں کا بندوبست کرنا
7- طوفان، سیلاب، زلزلہ اور دیگر آسمانی آفات کی صورت میں لوگوں کی مدد کرنا۔
8- یتیموں، بیواؤں، غیر آباد اور معذور لوگوں کی مدد کرنا

9- دیہی علاقوں میں پینے کے پانی، کھیتوں میں پانی مہیا کرنے کے لیے یونین کونسلوں کی مدد کرنا
10- پُل و دیگر عوامی عمارتوں کی تعمیر کرنا
11- انڈسٹری، زراعت اور کمرشل مارکیٹوں کے لیے زمین مہیا کرنا
12- ضلع کی ترقی کے لیے دیگر سرگرمیاں سرانجام دینا

ب۔ یونین کونسل کے فرائض

1- یونین کونسل کا بجٹ منظور کرنا اور ٹیکس یا فیس کی منظوری دینا
2- پنچایت کے ممبر مقرر کرنا اور ان کی کارکردگی کی نگرانی کرنا
3- عوامی راستے، گلیاں، قبرستان، باغ اور کھیلوں کے میدان کو بحال رکھنا اور روشنی کا بندوبست کرنا
4- پینے کے پانی کے ذرائع یعنی کنویں، ٹیوب ویل، ٹینک، پانی کے نالے وغیرہ قائم کرنا اور اُن کو بحال رکھنا
5- مویشیوں کے لیے پینے کے پانی اور اُن کے چرانے کے لیے چراگاہوں کا بندوبست کرنا
6- یونین کونسل کے رہائشیوں کے لیے ان کی صحت اور اُن کے تحفظ کا بندوبست کرنا
7- ضلع کونسل کی منظوری سے انڈسٹری، زراعت اور کمرشل مارکیٹوں کا بندوبست کرنا
8- ضلع کونسل کی منظوری سے میونسپل قوانین اور بائی لاز لولاگو کرنا

ج۔ میٹروپولیٹن/ میونسپل کارپوریشن کے فرائض

1- منصوبے، زمین کے استعمال کے منصوبے، ماحولیات کے منصوبے اور شہری منصوبوں کی منظوری دینا
2- قوانین اور بائی لاز کی منظوری اور اُن کو لاگو کرنا۔ گھروں کی کالونیاں، مارکیٹیں، سڑکیں، عوامی مفادات کے منصوبے بنانا اور لاگو کرنا
3- عوامی ٹریفک کے نظام کو درست رکھنا، پُل، فلائی اوور، انڈر پاس اور سڑکیں بنانا اور ان کو بحال رکھنا۔ علاقے کو خوبصورت بنانا اور بحال رکھنا
4- پینے کے پانی کے ذخائر و وسائل کو بنانا اور ان کو بحال رکھنا۔ گندے پانی کے اخراج کا بندوبست کرنا اور دیگر شہری سہولیات کا بندوبست کرنا۔
5- انڈسٹری، زراعت، مارکیٹوں کے لیے جگہ مہیا کرنا۔ رہائشی سکیمیں بنانا۔ پارک بنانا اور بحال رکھنا اور ٹرانسپورٹ کا بندوبست کرنا
6- قوانین، میونسپل قوانین اور بائی لاز بنانا اور اُن کو لاگو کرنا
7- شہری علاقوں میں اشتہارات کے لیے جگہ مخصوص کرنا، سڑکوں اور راستوں سے تجاوزات ہٹانا اور ماحولیات کو بحال رکھنا
8- لائبریریاں، عجائب گھر اور مصوری کے مراکز قائم کرنا اور بحال رکھنا
9- بجٹ بنانا اور ترقیاتی منصوبے بنانا اور اُن کے لیے رقوم فراہم کرنا

10- ٹیکسوں اور فیسوں کی منظوری دینا اور ان کو وصول کرنا
11- کھیلوں کا بندوبست کرنا اور ثقافتی میلوں اور مویشی منڈیوں کا انعقاد کروانا اور ان کا بندوبست کرنا
12- ہر قسم کے لائسنس، پرمٹ اور اجازت نامے جاری کرنا
13- بیواؤں، یتیموں، معذوروں اور آسمانی آفات کے متاثرین کی مدد کرنا
14- میونسپل قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دلوانا وغیرہ

د۔ میونسپل کمیٹی کے فرائض

1- مقامی حکومتوں کے لیے منصوبے بنانا، ان کی منظوری دینا اور ان کے لیے مالیات کا بندوبست کرنا
2- مقامی زمینوں کی تقسیم اور ان کے استعمال کا بندوبست کرنا، انڈسٹری، زراعت اور کمرشل مارکیٹوں کے لیے زمین مہیا کرنا اور ان کا بندوبست کرنا
3- پارک بنانا، کھیلوں کے لیے میدان اور قبرستانوں کے لیے جگہ مخصوص کرنا
4- سڑکیں، گلیوں کا بندوبست کرنا اور ان کو بحال رکھنا
5- پینے کے پانی کا بندوبست کرنا اور گندے پانی کے نکاس کا انتظام کرنا
6- ٹیکس اور فیسوں کی منظوری دینا اور اُن کو وصول کرنا
7- مویشی منڈیاں قائم کرنا اور مویشی میلے منعقد کرنا
8- کھیلوں کے میدان کا بندوبست کرنا اور ثقافتی میلے منعقد کرنا
9- میونسپل قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دلوانا
10- میونسپل کمیٹی کے لیے قوانین اور بائی لاز بنانا اور ان کو لاگو کرنا

سوالات

1- مقامی حکومتوں کی تعریف کریں اور اُن کے تاریخی پسِ منظر پر روشنی ڈالیں۔
2- ضلعی حکومتوں کی تشکیل اور فرائض بیان کریں۔
3- یونین حکومتوں کی تشکیل اور فرائض و اختیارات بیان کریں۔
4- میٹروپولیٹن کارپوریشن کی تشکیل اور فرائض بیان کریں۔
5- میونسپل کارپوریشن کی تشکیل اور فرائض بیان کریں۔

باب 10

پاکستان اور اس کے ہمسایہ ممالک
(Pakistan and its Neighbours)

بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنے، ان کو فروغ دینے اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اٹھانے کا نام خارجہ پالیسی ہے۔

پاکستان کے ہمسایہ ممالک سے تعلقات

1- پاکستان اور افغانستان

تعارف

افغانستان پاکستان کا ہمسایہ مسلم ملک ہے جو پاکستان کے شمال مغرب میں واقع ہے اور 26 صوبوں پر مشتمل ہے۔ یہ سارا ملک پہاڑی علاقے پر مشتمل ہے۔ مختلف اقوام مثلاً ہزارہ، تاجک، ترک، ازبک اور افغان وغیرہ آباد ہیں۔ اکثریت افغانیوں کی ہے جو پشتو زبان بولتے ہیں۔ اس کا دارالخلافہ کابل ہے۔ زیادہ تر لوگوں کا پیشہ تجارت ہے۔ 2002ء میں طالبان کی حکومت کے خاتمے کے بعد حامد کرزئی کی عبوری حکومت قائم ہوئی۔ 2004ء کے انتخاب میں واضح اکثریت حاصل کر کے وہ ملک کے صدر بن گئے ہیں۔

تعلقات

1- خیر سگالی دورے

1970ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر ہوئے۔ پاکستان کے وزیر اعظم اور افغانستان کے صدر نے باہمی طور پر خیر سگالی دورے کیے اور دونوں ملکوں میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت دونوں ممالک علاقائی سالمیت اور عدم مداخلت کی پالیسی کا عہد کیا۔

2- فوجی انقلاب اور روسی مداخلت

اپریل 1978ء میں افغانستان میں ایک فوجی انقلاب برپا ہوا اور دسمبر 1979ء میں روسی افواج کے افغانستان میں داخلے سے تعلقات میں دوبارہ تلخی پیدا ہوگئی۔ افغانستان کی نئی حکومت نے مخالفین کو کچلنے کے لیے روسی فوج کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا جس کی وجہ سے 30 لاکھ سے زیادہ افغان باشندے اپنا گھر چھوڑ کر پناہ حاصل کرنے کے لیے پاکستان میں داخل ہوئے۔ پاکستان کی حکومت نے انسانی اور اسلامی جذبے کے تحت انہیں پناہ دی۔

3- افغان عوام کی حمایت

افغان عوام نے روسی فوجوں کو اپنے ملک سے باہر نکالنے کے لیے جہاد کا آغاز کیا تو پاکستان نے اُن کی بھرپور حمایت کی۔ دوسری طرف اس مسئلے کا سفارتی حل تلاش کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔

4- جنیوا معاہدہ

1988ء میں اقوام متحدہ کی زیرنگرانی جنیوا میں روس، پاکستان اور افغانستان کی حکومت کے درمیان معاہدہ طے پایا جس کی رو سے روس نے 1989ء میں اپنی فوجیں افغانستان سے واپس بلا لیں۔

5- مجاہدین کی حکومت

اپریل 1992ء میں افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم ہوگئی جس کو حکومت پاکستان نے فوری طور پر تسلیم کرلیا۔لیکن تھوڑے عرصے بعد مجاہدین کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی۔مجاہدین کے ایک گروپ ''طالبان'' نے افغانستان کے بیشتر حصے پر قبضہ کرکے افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم کردی۔حکومت پاکستان نے دوبارہ طالبان کی حکومت کو بھی تسلیم کرلیا۔

6- مشترکہ کمیشن کا قیام

مئی 2000ء میں پاکستان اور افغانستان نے ایک مستقل مشترکہ کمیشن قائم کیا جس کا کام دونوں ممالک کی سرحد کے آر پار سمگلنگ کو روکنا اور افغان مہاجرین کی واپسی تھا۔ دونوں ممالک کے باہمی جھگڑوں کا طے کرنا بھی اس کمیشن کے اختیارات میں شامل کیا گیا۔

7- ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا واقعہ

11 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔افغانستان میں طالبان کی حکومت ختم کر دی گئی اور وہاں نئی حکومت قائم ہوگئی۔حکومت پاکستان نے نئی حکومت کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا،افغانستان کی تعمیر نو کے لیے مالی امداد دی اور مزید امداد دینے کا بھی وعدہ بھی کیا۔

8- تعلقات کا نیا دور

2003ء میں پاکستان میں نئی جمہوری حکومت قائم ہونے کے بعد پاکستان کے وزیراعظم اور افغانستان کے صدر کے درمیان گیس پائپ لائن کا مسئلہ طے پایا اور معاہدہ کیا گیا کہ دونوں ممالک اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے مدد دیں گے۔حامد کرزئی کے افغانستان کا جمہوری صدر منتخب ہونے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات میں کچھ بہتری آئی۔ 2014ء میں افغانستان سے نیٹو افواج کی واپسی کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کا نیا دور شروع ہونے کا امکان ہے۔

2- پاکستان اور عوامی جمہوریہ چین

تعارف

چین پاکستان کا ہمسایہ دوست ملک ہے جو پاکستان کے شمال میں واقع ہے۔دونوں ممالک کی مشترکہ سرحد قریباً 585 کلومیٹر ہے۔اس کی آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے۔ یہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی ریاست ہے۔عوام چینی زبان بولتے ہیں۔دارالخلافہ بیجنگ ہے۔عوامی جمہوریہ چین 1949ء میں معرض وجود میں آیا۔ یہاں کمیونسٹ حکومت ہے۔

تعلقات

1- بنڈونگ کانفرنس

1955ء میں بنڈونگ کانفرنس میں پاکستان اور چین کے وزرائے اعظم کی ملاقاتیں ہوئیں اور اس کے بعد ملاقاتوں کا یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔ 1961ء میں دونوں ممالک کے درمیان سرحد کی حد بندی کی کوششوں کا آغاز ہوا جو 1963ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس کے نتیجے میں دونوں ممالک کے تعلقات انتہائی خوشگوار ہو گئے اور تجارتی معاہدوں کی راہ کھلی نیز پاکستان کی ہوائی کمپنی نے بیجنگ میں ہوائی سروس بھی شروع کر دی۔

2- صدرِ پاکستان کا دورہ چین

فروری 1964ء میں صدر پاکستان نے چین کا تاریخی دورہ کیا جس میں چین نے کشمیر کے پر امن تصفیہ کے لیے پاکستان کے موقف کی حمایت کی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی چین نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور پاکستان کے دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے اسلحہ مہیا کیا۔

3- فنی اور مالی امداد

چین نے پاکستان کو مختلف صنعتوں کے قیام کے لیے فنی اور مالی امداد مہیا کی ہے جس کی نمایاں مثال ٹیکسلا میں بھاری مشینی کمپلیکس اور اس کے ذیلی منصوبے، لانڈھی میں مشین ٹول فیکٹری کا قیام اور اسلام آباد میں سپورٹس کمپلیکس کا قیام شامل ہیں۔

4- شاہراہِ قراقرم کی تعمیر

1969ء میں چین اور پاکستان کے درمیان شاہراہ قراقرم کی تعمیر مکمل ہوئی جس کے ذریعے دونوں ممالک کے درمیان قریبی رابطہ قائم ہوا اور کئی وفود کا تبادلہ ہوا۔ اسی طرح دونوں ممالک کے درمیان فضائی رابطہ بھی قائم کیا گیا۔

5- دفاعی معاہدے

دفاعی میدان میں بھی چین اور پاکستان کے درمیان 1985ء میں کئی معاہدے کیے گئے جن کے تحت چین نے کامرہ کمپلیکس اور پاکستان واہ آرڈیننس فیکٹری کی تعمیر میں پاکستان کی مدد کی۔ اسی طرح صوبہ سرحد میں ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس کی تعمیر کے لیے 273 ملین روپے بھی مہیا کیے۔

6- سفارتی تعلقات

پاکستان نے سفارتی سطح پر ہمیشہ چین کا ساتھ دیا ہے۔ چین کو اقوامِ متحدہ کا مستقل ممبر بنانے کے لیے پاکستان نے چین کی حمایت کی۔ امریکہ اور چین کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں پاکستان نے اہم کردار ادا کیا جس سے دونوں ممالک کے درمیان براہ راست رابطہ قائم ہوا۔ کمپوچیا میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی کے مسئلہ پر پاکستان نے چین کے موقف کی حمایت کی اور چین نے بھی افغانستان میں روس کی فوجی مداخلت کی سخت مخالفت کی اور پاکستان کے موقف کی حمایت کی۔

7- خیر سگالی دورے

پاکستان اور چین کے درمیان دو طرفہ تعلقات کی بنیاد بھی رکھی گئی جس کے تحت چین کے وزیر اعظم نے 1987ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ وزیر اعظم چین نے 2001ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ صدرِ پاکستان نے 2001ء اور 2002ء میں چین کے

دورے کیے۔اسی طرح چین کے صدر نے بھی 2006ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔2012ء میں پاکستان کی گوادر بندرگاہ کا انتظامی کنٹرول چین کی ایک کمپنی کو سونپا گیا۔2013ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے چین کا دورہ کیا۔اس دوران دونوں ممالک کے درمیان توانائی کے شعبے میں متعدد معاہدے ہوئے۔اب پاکستان اور چین کے درمیان گہرے قریبی تعلقات قائم ہیں۔

8-CPEC کا منصوبہ

پاکستان اور چین کے درمیان راہداری کے اقتصادی منصوبے کو China-Pakistan Economic Corridor (CPEC) کہتے ہیں۔پچھلے چند سالوں سے چین پاکستان اقتصادی راہداری کے منصوبے پر تیزی سے کام جاری ہے۔جس کے تحت چین پاکستان میں 133 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہا ہے جو پاکستان کو تاشقند سے ریلوے اور بڑی شاہراؤں سے ملانے کے علاوہ بجلی کی بڑی پیداوار اور کارخانوں کے قیام پر مشتمل ہے۔

3-پاکستان اور ایران

تعارف

ایران بھی پاکستان کا ہمسایہ اسلامی ملک ہے۔یہ پاکستان کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔زیادہ آبادی شیعہ مسلم پر مشتمل ہے۔قدیم زمانہ سے بادشاہت چلی آرہی تھی۔1979ء میں اسلامی انقلاب کے ذریعے جمہوری حکومت قائم ہوئی۔اس کا دارالخلافہ تہران ہے۔قومی زبان فارسی ہے اور تیل اس کا اہم ذریعہ آمدن ہے۔

تعلقات

1-وزیراعظم کا دورہ ایران

1949ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے ایران کا دورہ کیا جس کے جواب میں شاہِ ایران نے بھی 1950ء میں پاکستان کا دورہ کیا اور تجارتی روابط قائم ہوئے۔

2-پاکستان کی حمایت

1965ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ میں ایران نے پاکستان کی حمایت اور مالی و فوجی امداد فراہم کی۔اسی طرح 1971ء کی جنگ میں بھی ایران نے پاکستان کی بھرپور حمایت کی،جس کو پاکستان ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہے۔

3-اسلامی انقلاب

پاکستان نے اسلامی انقلاب کے بعد ایران کی نئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ایران کی اسلامی حکومت سے نہ صرف دوستانہ تعلقات قائم کیے بلکہ ہر میدان میں تعاون کو بھی وسعت دی۔دونوں ممالک کے وفود نے دورے کر کے تجارت کو فروغ دیا ہے۔

4-اقتصادی تعاون کی تنظیم کا قیام

1985ء میں پاکستان اور ایران نے ترکی کے ساتھ مل کر آر۔سی۔ڈی (R.C.D) کی تنظیم نو کی اور اس کا نیا نام اقتصادی تعاون کی تنظیم (E.C.O) رکھا جو آر۔سی۔ڈی کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے کام کر رہی ہے اور تینوں ممالک کے مابین اقتصادی،صنعتی،تجارتی،تعلیمی اور ثقافتی میدانوں میں تعاون کو مزید فروغ دینے کے لیے ضروری اقدامات اٹھا رہی ہے۔بعد میں وسطی ایشیا کے مسلم ممالک بھی اس میں شامل ہوئے۔

5-صدر پاکستان کا دورہ ایران

2000ء میں صدر پاکستان نے ایران کا دورہ کیا اور ایران سے پاکستان کے ذریعے بھارت تک گیس پائپ لائن کے پروگرام میں بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ 2013ء میں صدر پاکستان کے دورہ ایران کے دوران گیس لائن منصوبے کا دوبارہ جائزہ لیا گیا۔ یہ منصوبہ مکمل ہونے سے پاکستان کا توانائی کا مسئلہ کافی حد تک حل ہونے کی توقع تھی مگر عالمی سیاست کے پیچ وخم نے اسے تقریباً ختم کر دیا خصوصاً بھارت کے انکار سے معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

پاکستان اور بھارت

تعارف

بھارت بھی پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے جو پاکستان کے مشرق میں واقع ہے۔اس کی 1610 کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان سے ملتی ہے۔اس کی آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے۔ اکثریت ہندوؤں کی ہے۔اس کے علاوہ بے شمار اقلیتیں آباد ہیں جن میں مسلمان ایک بڑی اقلیت ہے۔ بھارت 15 اگست 1947 کو آزاد ہوا۔اس کا دارالخلافہ دہلی ہے اور اس میں پارلیمانی نظام رائج ہے۔

تعلقات

1-مسئلہِ کشمیر

دونوں ممالک کے درمیان مسئلہ کشمیر وجہ تنازعہ ہے۔اس پر اب تک تین جنگیں 1948ء، 1965ء اور 1971ء میں ہو چکی ہیں۔قیام پاکستان کے وقت سے بھارت نے پاکستان کے لیے کئی مسائل پیدا کیے ہیں۔

2-سندھ طاس کا معاہدہ

1960ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان پانی کے مسئلے کے حل کے لیے عالمی بنک اور دیگر ممالک کی مدد سے ''سندھ طاس معاہدے'' پر دستخط ہوئے۔

3-شملہ معاہدہ

1971ء میں بھارت نے مشرقی پاکستان میں علیحدگی پسند عناصر کی مدد کی جس کی وجہ سے بنگلہ دیش وجود میں آیا۔اس کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان شملہ کے مقام پر ایک معاہدہ ہوا جسے'' شملہ معاہدہ'' کہتے ہیں۔اس معاہدہ کی رو سے پاکستان اور بھارت نے اپنے اختلافات کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کا اعلان کیا۔شملہ معاہدہ سے پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں کچھ بہتری آئی اور محدود پیمانے پر تجارت اور مسافروں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔

4-سارک کانفرنس

1980ء سے جنوبی ایشیا کی علاقائی تعاون کی تنظیم ''سارک'' کے دائرہ میں دونوں ممالک میں تعاون بڑھانے کی کوششیں کی گئیں لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا۔ پاکستان ہمیشہ سے اختلافی امور کو حل کرنے کے لیے بھارت کو مذاکرات کی دعوت دیتا رہا ہے لیکن بھارت نے ٹال مٹول سے کام لیا ہے۔ 1988ء میں ''سارک'' کانفرنس کے موقع پر پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کو ملنے کا موقع ملا جس میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔اس معاہدے کے مطابق دونوں ممالک ایک دوسرے کے جوہری مراکز پر حملہ نہ کرنے کے پابند ہوئے۔

5-حقِ خودارادیت کا مطالبہ

1989ء میں کشمیری مجاہدین نے بھارت کے خلاف جہاد کا آغاز کیا تو بھارت نے پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا۔ پاکستان نے بھارت سے کشمیریوں کو حقِ خودارادیت دینے کا مطالبہ کیا جس سے بھارت نے مکمل چشم پوشی کی۔

6-تعلقات میں بہتری

1990ء میں پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں کچھ بہتری ہوئی۔ باہمی تجارت اور لوگوں کی آمدورفت بڑھی۔ یہ تعلقات ایک محدود حد سے آگے نہ بڑھ سکے کیونکہ بھارت مسئلہ کشمیر کو منصفانہ طور پر حل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پاکستان اب بھی اپنے اس منصفانہ موقف پر قائم ہے کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی منظور کی ہوئی قراردادوں کے مطابق مظلوم کشمیریوں کی رائے کے ذریعے حل کیا جائے۔ اب امید کی جاتی ہے کہ ان دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں بہتری ہو جائے گی۔

7-آگرہ کانفرنس

14 جولائی تا 17 جولائی 2001ء کو پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف اور بھارت کے وزیرِاعظم اٹل بہاری واجپائی کے درمیان ہونے والی اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس آگرہ میں ہوئی۔ جس کا پاکستان اور بھارت کے علاوہ دنیا بھر میں زبردست شہرہ رہا۔ صدر پاکستان نے مسئلہ کشمیر کا موقف بڑی عمدگی اور جرأت کے ساتھ پیش کیا۔ جس کو پوری دنیا نے سراہا لیکن یہ تین روزہ مذاکرات بغیر حتمی فیصلہ کے ختم ہو گئے۔

8-تعلقات کا نیا دور

جنوری 2004ء میں سارک کانفرنس (اسلام آباد) کے دوران صدر پاکستان اور بھارت کے وزیرِاعظم کے درمیان مذاکرات ہوئے اور کئی سمجھوتے طے پائے اور مذاکرات کو جاری رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس منعقدہ 2013ء کے موقع پر بھی پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کے درمیان ملاقات ہوئی اور تمام مسائل کو مذاکرات سے حل کرنے کا اعادہ کیا گیا۔ اب دونوں ممالک کے درمیان بہتر تعلقات کی توقع کی جا رہی ہے۔

9-موجودہ پاک بھارت کشیدگی

بھارت میں 26 نومبر 2008 کو ہونے والے ممبئی حملوں کے بعد سے بھارت نے پاکستان پر الزامات کی بارش کر رکھی ہے۔ خصوصاً نریندر سنگھ مودی کے وزیرِاعظم بننے کے بعد سے پاک بھارت کشیدگی میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے۔ 2016ء میں ہونیوالی سارک کانفرنس کا بھارت نے بائیکاٹ کر دیا اور کشمیر میں مظالم کی انتہا کر کے کنٹرول لائن پر آئے دن بمباری کر رکھی ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں پاک بھارت تعلقات کشیدہ ہیں اور بات چیت کا عمل رکا ہوا ہے۔

سوالات

1- چین پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے جس نے ہر مشکل گھڑی میں پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ بحث کریں۔

2- پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں آنے والے نشیب و فراز کا احاطہ کریں؟

3- پاکستان کے ہمسایہ اسلامی ملک ایران کے ساتھ تعلقات بیان کریں۔

4- پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کا جائزہ لیں۔

معروضی سوالات

باب 1

علم شہریت کا تعارف

-1 ہرسوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ مدینہ کے معنی ہیں۔

(الف) زندگی (ب) ریاست (ج) آزادی (د) شہر

☆ کس مشہور مفکر کا قول ہے کہ ''انسان معاشرتی حیوان ہے''؟

(الف) سقراط (ب) افلاطون (ج) ارسطو (د) گارنر

☆ تمام معاشرتی علوم کا مرکز ہے۔

(الف) علم شہریت (ب) فرد (ج) ملکی قانون (د) خاندان

☆ مختلف گروہوں اور جماعتوں کی ابتداء نشوونما اور ترقی پذیر صورت کا مطالعہ کرتا ہے۔

(الف) علم عمرانیات (ب) علم معاشیات (ج) علم اخلاقیات (د) علم تاریخ

☆ کس مشہور ماہر اقتصادیات نے اقتصادیات کو ''دولت اور حصول دولت کا علم'' کہا ہے؟

(الف) آدم سمتھ (ب) مارشل (ج) ریکاڈرو (د) رابنز

☆ گزشتہ حالات وواقعات کے ترتیب وار مطالعہ کا نام ہے۔

(الف) سوکس (ب) اخلاقیات (ج) تاریخ (د) معاشیات

☆ علم شہریت کے لیے متبادل لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(الف) سیاسیات (ب) اخلاقیات (ج) حیاتیات (د) مدنیت

☆ ''علم شہریت وہ معاشرتی علم ہے جس میں شہریوں کی زندگی اور ان کے مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔'' کس مشہور مفکر نے علم شہریت کی یہ تعریف کی ہے؟

(الف) پروفیسر پیٹرک گیڈیز (ب) ای۔ایم۔وائٹ (ج) ایف۔جے۔گولڈ (د) ڈاکٹر عزیز

☆ جمہوری ممالک میں حکومت کا کاروبار چلاتے ہیں۔

(الف) قانون ساز ادارے (ب) شہری (ج) مقامی حکومتی ادارے (د) سیاسی راہنما

☆ کھیتی باڑی کے لیے مترادف لفظ ہے۔

(الف) صنعت وحرفت (ب) کان کنی (ج) ملازمت (د) زراعت

-2 مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ شہریت اور معاشیات میں کیا نظریاتی مماثلت ہے؟

☆ ای۔ایم۔وائیٹ نے علم شہریت کی کیا تعریف کی ہے؟

☆ علم شہریت ایک شہری کی سیاسی تربیت کیسے کرتا ہے؟
☆ بین الاقوامی تعاون سے کیا مراد ہے؟
☆ شہریت اور تاریخ کے کن موضوعات میں اشتراک پایا جاتا ہے؟
☆ ایف ۔ جے ۔ گولڈ کی علم شہریت کی تعریف بیان کریں۔
☆ علم شہریت فرد کی معاشرتی ترقی میں کیسے معاون ثابت ہوتا ہے؟
☆ شہریت اور عمرانیات میں بنیادی فرق کیا ہے؟
☆ علم شہریت کا مفہوم بیان کریں۔
☆ علم شہریت کی رو سے ریاست کیسے تشکیل پاتی ہے؟

باب 2

افراد کے روابط

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ خاندان کی وسیع شکل کو کیا کہا جاتا ہے؟
(الف) ملک (ب) براعظم (ج) قوم (د) کمیونٹی

☆ معاشرتی گروہ کی اکائی ہے۔
(الف) فرد (ب) معاشرہ (ج) ملت (د) برادری

☆ معاشرہ سے مراد ہے۔
(الف) سرگرمیاں (ب) ساتھیوں کا مجموعہ (ج) رسم ورواج (د) قدامت پسندی

☆ ''قوم، ریاست اور قومیت کے مجموعہ کا نام ہے۔'' قوم کی یہ تعریف کس مفکر نے پیش کی؟
(الف) لارڈ برائس (ب) جے۔ایس۔مل (ج) ارسطو (د) گلکرائسٹ

☆ 1947ء میں مسلمانوں نے پاکستان بنا کر کس ملک کے تسلط سے آزادی حاصل کی؟
(الف) فرانس (ب) بھارت (ج) برطانیہ (د) امریکہ

☆ امت اسلامیہ کی بنیاد ہیں۔
(الف) مشترکہ سیاسی مقاصد (ب) اعلیٰ ترین انسانی اصول (ج) ثقافتی اقدار (د) علوم وفنون

☆ افراد کا ایسا گروہ جس میں جذبہ قومیت پایا جائے، کہلاتا ہے۔
(الف) قوم (ب) دیہی کمیونٹی (ج) شہری کمیونٹی (د) قبیلہ

☆ پاکستان کی اساس ہے۔
(الف) دولت (ب) سیاسی نظام (ج) اسلام (د) وطن پرستی

☆ اللہ تعالیٰ کے پہلے پیغمبر کا نام کیا ہے؟
(الف) حضرت نوح (ب) حضرت ابراہیمؑ (ج) حضرت یعقوب (د) حضرت آدمؑ

☆ جذبہ قومیت کو ابھارتا ہے۔

(الف) مشترکہ مذہب (ب) عالمگیر انقلاب (ج) فکرِ معاش (د) دوقومی نظریہ

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ پروفیسر میک آئیور نے ''خاندان'' کی کیا تعریف کی ہے؟

☆ فرد سے کیا مراد ہے؟

☆ معاشرہ بچے کی نگہداشت وحفاظت کیسے کرتا ہے؟

☆ لارڈ برائس کی پیش کردہ ''قوم'' کی تعریف بیان کریں۔

☆ جے۔ایس۔مل کے مطابق قومیت کا اطلاق کس گروہ پر ہوتا ہے؟

☆ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حج الوداع کے موقع پر کیا ارشاد فرمایا؟

☆ قرآن پاک میں انسان کی پیدائش کا ذکر کن الفاظ میں ہوا ہے؟

☆ جان۔ایف۔سوبر نے ''معاشرہ'' کی کیا تعریف کی ہے؟

باب 3

ریاست

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر(✓) کا نشان لگائیں۔

☆ افلاطون کے مطابق مثالی ریاست کی آبادی کتنی ہونی چاہیے؟

(الف) 4,040 (ب) 5,040 (ج) 6,040 (د) 7,040

☆ آبادی کے لحاظ سے دُنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔

(الف) چین (ب) بھارت (ج) امریکہ (د) برطانیہ

☆ حکومت کتنے اداروں پر مشتمل ہوتی ہے؟

(الف) پانچ (ب) چار (ج) تین (د) دو

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس شہر میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی؟

(الف) جدہ (ب) مکہ مکرمہ (ج) ریاض (د) مدینہ منورہ

☆ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر ہیں۔

(الف) ذرائع نقل وحمل (ب) ذرائع آمدورفت (ج) ذرائع ابلاغ (د) ذرائع مواصلات

☆ ''کسی مخصوص علاقے میں قانون کی خاطر لوگوں کے اشتراک کا نام ریاست ہے'' ریاست کی یہ تعریف کس مشہور مفکر نے کی ہے؟

(الف) پروفیسر ڈاکٹر گارنر (ب) برجیس (ج) گلکرائسٹ (د) وڈرو ولسن

☆ ریاست کتنے عناصر سے مل کر تشکیل پاتی ہے؟

(الف) چار (ب) پانچ (ج) چھے (د) سات

☆ مشہور مفکر روسو کا کس ملک سے تعلق ہے؟

(الف) یونان (ب) فرانس (ج) جاپان (د) چین

☆ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ کا نام کیا ہے؟

(الف) حضرت ابوبکرصدیق ؓ (ب) حضرت عمرؓ (ج) حضرت عثمانؓ (د) حضرت علیؓ

☆ چین کا کل رقبہ کتنا ہے؟

(الف) سترہ لاکھ مربع میل (ب) ستائیس لاکھ مربع میل (ج) سینتیس لاکھ مربع میل (د) سنتالیس لاکھ مربع میل

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ پانچ ذرائع ابلاغ کے نام تحریر کریں۔

☆ اسلامی ریاست سے کیا مراد ہے؟

☆ حکومت میں عدلیہ کا کیا کردار ہوتا ہے؟

☆ پروفیسر ڈاکٹر گارنر کی ریاست کی تعریف بیان کریں۔

☆ آج کل کے دور میں ریاست کی آبادی کتنی ہونی چاہیے؟

☆ ذرائع ابلاغ میں کمپیوٹر کا کیا کردار ہے؟

☆ ذرائع ابلاغ نظریات کی تشکیل کیسے کرتے ہیں؟

☆ اقتدارِاعلیٰ سے کیا مراد ہے؟

باب 4

حکومت

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ ڈکٹیٹر (Dictator) کس زبان کا لفظ ہے؟

(الف) یونانی (ب) انگریزی (ج) اُردو (د) لاطینی

☆ ہٹلر کا تعلق کس ملک سے تھا؟

(الف) اٹلی (ب) جرمنی (ج) فرانس (د) آسٹریلیا

☆ لفظی اعتبار سے ''جمہوریت'' کے معنی ہیں۔

(الف) عوام کی حکومت (ب) آمر کی حکومت (ج) بادشاہ کی حکومت (د) امراء کی حکومت

☆ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت ہے۔

(الف) سروس ٹربیونل (ب) ہائی کورٹ (ج) سپریم کورٹ (د) سیشن کورٹ

☆ پاکستان اور امریکہ میں ایوان بالا کو کیا کہتے ہیں؟

(الف) قومی اسمبلی (ب) سینٹ (ج) دارالعوام (د) ایوان نمائندگان

☆ صدارتی طرزِ حکومت میں صدر مقننہ کے منظور کردہ قانون میں ترمیم کرنے یا اسے مسترد کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ صدر کے اس اختیار کو کیا کہتے ہیں؟

(الف) حق لازمی (ب) حق ثانوی (ج) حق استحقاق (د) حق استرداد

☆ سالانہ بجٹ کون پیش کرتا ہے؟

(الف) وزیرِ خزانہ (ب) وزیرِ اعظم (ج) صدر (د) وزیرِ اعلیٰ

☆ موجودہ دور میں دنیا کی قریباً تمام قومیں کس طرزِ حکومت کو بہترین نظامِ حکومت سمجھتی ہیں؟

(الف) بادشاہت (ب) آمریت (ج) جمہوریت (د) صدارتی

☆ یونانی لفظ کریٹس (Kratos) کا مطلب ہے۔

(الف) طاقت (ب) حکومت (ج) آزادی (د) دستور

☆ ''عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے'' یہ قول کس کا ہے؟

(الف) علامہ اقبالؒ (ب) آسٹن (ج) گیٹل (د) ابراہم لنکن

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ مقننہ کے انتظامی فرائض کیا ہیں؟

☆ انتظامیہ کے امورِ خارجہ کے فرائض لکھیں۔

☆ آئین کی تشریح کے حوالے سے عدلیہ کے فرائض کیا ہیں؟

☆ گیٹل نے جمہوریت کی کیا تعریف کی ہے؟

☆ آمریت میں تخلیقی صلاحیتوں کا خاتمہ کیسے ممکن ہوتا ہے؟

☆ اچھا نظامِ حکومت سے کیا مراد ہے؟

☆ اسلامی حکومت کے تین فرائض بیان کریں۔

☆ حکومت کی تعریف کریں۔

باب 5

شہری اور شہریت

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ اقلیتوں کے لیے کون سا طریقہ انتخاب رائج ہے؟

(الف) جداگانہ طریقہ انتخاب (ب) مخلوط طریقہ انتخاب (ج) ہیر سسٹم (د) حق ہدایت

☆ اسلام نے آزادی کا تصور کتنے سو سال پہلے متعارف کرایا؟

(الف) گیارہ (ب) بارہ (ج) تیرہ (د) چودہ

☆ اسلامی نظریاتی ریاست میں شہریوں کی کتنی اقسام ہیں؟

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

☆ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو کیا کہا جاتا ہے؟

(الف) اقلیت (ب) غیر مسلم (ج) ذمی (د) ہندو

☆ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر عائد ٹیکس کو کیا کہتے ہیں؟

(الف) انکم ٹیکس (ب) پراپرٹی ٹیکس (ج) سیلز ٹیکس (د) جذیہ

☆ حب الوطنی کا سب سے بڑا اظہار ہے۔

(الف) جان کی قربانی (ب) مال کی قربانی (ج) اپنے ملک کی اشیاء استعمال کرنا (د) انسان دوستی کا ثبوت دینا

☆ کسی ملک کے دفاع، ترقی اور خوشحالی کا سارا انحصار کس پر ہے؟

(الف) صاف ستھرا ماحول (ب) شہریوں کا صحت مند ہونا (ج) وسائل کا استعمال (د) قومی ورثے کی حفاظت

☆ انسان کا منفی رویہ ہے۔

(الف) باہمی میل جول (ب) روشن خیالی (ج) خودغرضی (د) رواداری

☆ اچھے شہری کی بنیادی خوبی ہے۔

(الف) ذہانت (ب) بہتر تعلیم (ج) خود اعتمادی (د) سیاسی شعور

☆ جو اقوام آج سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں ان کو کس صفت نے اس مقام تک پہنچایا ہے؟

(الف) سماجی شعور (ب) تعصب سے بالاتر ہونا (ج) اطاعت کا جذبہ (د) احساس ذمہ داری

-2 مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ ایک شہری اطاعت اور وفاداری میں توازن کیسے قائم کر سکتا ہے؟

☆ اسلام کا شہری مساوات کا نظام کیا درس دیتا ہے؟

☆ پاکستان میں اقلیتوں کی شناخت کو کیسے قائم رکھا گیا ہے؟

☆ ضبط نفس سے کیا مراد ہے؟

☆ شہری کی کیا تعریف ہے؟

☆ شہری کا جدید تصور کیا ہے؟

☆ پاکستان کے حوالے سے شہریت کی تعریف کریں۔

☆ روشن ضمیر ہونا ایک شہری کے لیے کیوں ضروری ہے؟

☆ اچھی شہریت پیدا کرنے میں تعلیم کا کیا کردار ہے؟

☆ ذمی کسے کہتے ہیں؟

باب 6

حقوق وفرائض

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ مغربی دنیا نے میگنا کارٹا کے ذریعے کب انسانی حقوق کا اعلان کیا؟

(الف) 1205ء (ب) 1210ء (ج) 1215ء (د) 1220ء

☆ سابق صدر نیلسن مینڈیلا کا تعلق کس ملک سے ہے؟

(الف) کینیا (ب) امریکہ (ج) ویسٹ انڈیز (د) جنوبی افریقہ

☆ ریاست کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔

(الف) فرقہ پرستی (ب) وطن پرستی (ج) وفاداری (د) آزادی

☆ پاکستان کے 1973ء کے آئین کے تحت قومی اسمبلی کے امیدوار کے لیے عمر کی حد کم سے کم کتنی ہے؟

(الف) 20 سال (ب) 25 سال (ج) 30 سال (د) 35 سال

☆ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کے عالمی منشور کا کب اعلان کیا؟

(الف) 24 اکتوبر 1945ء (ب) 14 اگست 1946ء (ج) یکم ستمبر 1947ء (د) 10 دسمبر 1948ء

☆ ''حقوق معاشرتی زندگی کی وہ شرائط ہیں جن کی عدم موجودگی میں کوئی فرد اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کر سکتا''۔ حقوق کی یہ تعریف کس مفکر نے کی ہے؟

(الف) ہاب ہاؤس (ب) پروفیسر لاسکی (ج) ارسطو (د) روسو

☆ استاد کی عزت، طالب علموں سے شفقت، ہمسایوں کا خیال، غریبوں کی مدد اور بڑوں کا احترام، یہ سب کون سے حقوق ہیں؟

(الف) اخلاقی حقوق (ب) معاشرتی حقوق (ج) معاشی حقوق (د) سیاسی حقوق

☆ دنیا بھر میں مزدوروں کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہیں۔

(الف) انجمنیں (ب) این۔جی۔او (ج) ٹریڈ یونین (د) سیاسی جماعتیں

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا سب سے بڑا شکار ہیں۔

(الف) عیسائی (ب) ہندو (ج) سکھ (د) مسلمان

☆ اسلام سے قبل عورت کی حیثیت

(الف) انتہائی کم تھی (ب) بہت اعلیٰ تھی (ج) مرد کے مساوی تھی (د) مرد سے زیادہ تھی

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ ارسطو نے حقوق کی کیا تعریف کی ہے؟

☆ قانونی حقوق سے کیا مراد ہے؟

☆ کیا جمہوریت کی کامیابی کے لیے سیاسی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے؟

☆ حق نمائندگی سے کیا مراد ہے؟

☆ فرقہ پرستی کے کیا نقصانات ہیں؟
☆ اسلامی ریاست میں شخصی آزادی کا تحفظ کیسے کیا جا سکتا ہے؟
☆ دنیا میں کہاں کہاں مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے؟
☆ معاشی حقوق کی تعریف کریں۔
☆ فرائض سے کیا مراد ہے؟
☆ قرآن وسنت کے تحت حق زندگی کو واضح کریں۔

باب 7

نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان

-1 ہرسوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ سرسید احمد خاں کب پیدا ہوئے؟
(الف) 1813ء (ب) 1815ء (ج) 1817ء (د) 1819ء

☆ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو پاکستان کے کس شہر میں پیدا ہوئے؟
(الف) لاہور (ب) کراچی (ج) گجرات (د) سیالکوٹ

☆ معاہدہ لکھنو کا سن ہے۔
(الف) 1914ء (ب) 1916ء (ج) 1918ء (د) 1920ء

☆ چوہدری رحمت علی نے لفظ ''پاکستان'' سے مسلمانوں کو کب روشناس کرایا؟
(الف) 1933ء (ب) 1934ء (ج) 1935ء (د) 1936ء

☆ برصغیر کے آخری وائسرائے کون تھے؟
(الف) لارڈ کرزن (ب) لارڈ منٹو (ج) لارڈ اٹیلی (د) لارڈ ماؤنٹ بیٹن

☆ بابائے قوم ہیں۔
(الف) مولانا محمد علی جوہر (ب) قائداعظمؒ (ج) لیاقت علی خاں (د) مولانا شبیر احمد عثمانی

☆ سرسید احمد خاں نے 1859ء میں فارسی کا مدرسہ کہاں قائم کیا؟
(الف) مراد آباد (ب) غازی پور (ج) بجنور (د) علی گڑھ

☆ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ کب گئے؟
(الف) 1901ء (ب) 1903ء (ج) 1905ء (د) 1907ء

☆ مسلم لیگ نے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کب منوایا؟
(الف) 1906ء (ب) 1907ء (ج) 1908ء (د) 1909ء

☆ نہرو رپورٹ کب پیش ہوئی؟
(الف) 1928ء (ب) 1929ء (ج) 1930ء (د) 1931ء

-2 مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ چوہدری رحمت علی نے لفظ پاکستان کیسے ترتیب دیا؟

☆ نظریہ کی تعریف کریں۔

☆ نظریہ پاکستان کا ماخذ کیا ہے؟

☆ سرسید احمد خاں کی تین تصانیف کے نام تحریر کریں۔

☆ قائداعظمؒ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

☆ مسلم لیگ بنانے کے دو مقاصد تحریر کریں۔

☆ 3 جون 1947ء کا منصوبہ کیا ہے؟

☆ نظریہ پاکستان کا پس منظر کیا ہے؟

☆ دوقومی نظریہ کیا ہے؟

☆ قومی یکجہتی کے فروغ کے لیے قومی زبان اردو کا کیا کردار ہے؟

باب 8

پاکستان میں آئینی ارتقاء

-1 ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ قراردادِ مقاصد منظور ہونے کا سن ہے۔

(الف) 1948ء (ب) 1949ء (ج) 1950ء (د) 1951ء

☆ ملک میں پہلے عام انتخابات کب ہوئے؟

(الف) 1970ء (ب) 1977ء (ج) 1985ء (د) 1988ء

☆ 1958ء میں اقتدار سنبھالنے والی شخصیت کا نام ہے۔

(الف) ملک غلام محمد (ب) سکندر مرزا (ج) چوہدری محمد علی (د) فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں

☆ ون یونٹ کے قیام کا سن ہے۔

(الف) 1951ء (ب) 1952ء (ج) 1955ء (د) 1959ء

☆ خواجہ ناظم الدین اور اس کی کابینہ کو کب برطرف کیا گیا؟

(الف) 16 اپریل 1953ء (ب) 5 مئی 1953ء (ج) 23 جون 1954ء (د) 5 ستمبر 1954ء

☆ پہلی دستور ساز اسمبلی کو گورنر جنرل غلام محمد نے کب برخاست کیا؟

(الف) 5 فروری 1954ء (ب) 24 اکتوبر 1954ء (ج) 23 مارچ 1955ء (د) 16 اکتوبر 1955ء

☆ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے 10 اگست 1947ء کو کس کو اسمبلی کا صدر چنا؟

(الف) لیاقت علی خاں (ب) خواجہ ناظم الدین (ج) محمد علی بوگرا (د) قائداعظمؒ

☆ دوسری دستور ساز اسمبلی کا قیام کب عمل میں آیا؟

(الف)14 اگست 1953 (ب) یکم جنوری 1954ء (ج)23 جون 1955ء (د) 18 ستمبر 1955ء

☆ پاکستان کے پہلے آئین کے نفاذ کا سن ہے۔

(الف) 1956ء (ب) 1962ء (ج) 1972ء (د) 1973ء

☆ 1962ء کے آئین کے تحت بنیادی جمہوریتوں کے ممبران کی تعداد کتنی تھی؟

(الف) پچاس ہزار (ب) ساٹھ ہزار (ج) ستر ہزار (د) اَسی ہزار

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ 1962ء کے آئین میں درج تین اسلامی وفعات بیان کریں۔

☆ استوار آئین سے کیا مراد ہے؟

☆ اسلامی اقدار سے کیا مراد ہے؟

☆ قیام پاکستان کے بعد عبوری آئین کیسے بنا؟

☆ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کب پیش ہوئی؟

باب 9

پاکستان میں مقامی حکومت

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ مقامی حکومت کا نظام وائسرائے لارڈ رپن نے ایک ایکٹ کے ذریعے کب نافذ کیا؟

(الف) 1880ء (ب) 1882ء (ج) 1884ء (د) 1886ء

☆ آئین میں اٹھارویں ترمیم کب منظور ہوئی؟

(الف) 2008ء (ب) 2009ء (ج) 2010ء (د) 2011ء

☆ مقامی حکومتوں کے لیے نیا آرڈیننس کب لاگو ہوا؟

(الف) 2011ء (ب) 2012ء (ج) 2013ء (د) 2014ء

☆ مقامی حکومت کو شہری علاقے میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) دو حصوں میں (ب) تین حصوں میں (ج) چار حصوں میں (د) پانچ حصوں میں

☆ ضلع کونسل میں عورتوں کے لیے نشستیں مخصوص ہیں۔

(الف) 15 (ب) 13 (ج) 12 (د) 11

☆ یونین کونسل کے جنرل اراکین کی کل تعداد ہے۔

(الف) 2 (ب) 3 (ج) 5 (د) 6

☆ ضلع کونسل کے چیئرمین کا انتخاب کا طریقہ کار ہے۔

(الف) براہِ راست (ب) مشترکہ پینل (ج) انفرادی پینل (د) کوئی نہیں

☆ میونسپل کارپوریشن میں سب سے اہم افسر ہوتا ہے۔

(الف) ڈی سی او (ب) چیف آفیسر (ج) اے سی (د) مجسٹریٹ

☆ ضلع کونسل میں اقلیتوں کی نشستیں مخصوص ہیں۔

(الف) 2 (ب) 3 (ج) 4 (د) 5

☆ یونین کونسل میں کسانوں، نوجوانوں اور غیر مسلموں کی مخصوص نشستیں ہیں۔

(الف) ایک ایک (ب) دو دو (ج) تین تین (د) چار چار

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ مقامی حکومت کے مقاصد تحریر کریں۔

☆ ضلعی حکومت کی تشکیل کیسے ہوتی ہے؟

☆ چیف آفیسر کون ہوتا ہے؟

☆ تحصیل حکومت کی تشکیل کیسے ہوتی ہے؟

☆ یونین حکومت کیسے بنتی ہے؟۔

☆ تحصیل ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب کیسے ہوتا ہے؟

☆ مقامی حکومت کے انتخاب کس طرز پر ہوتے ہیں؟

☆ ضلع میں کون سے محکمے کام کرتے ہیں؟

☆ قیام پاکستان کے بعد مقامی حکومت کا ادارہ فعال کیوں نہیں رہا؟

☆ لوکل گورنمنٹ پلان 2000ء کی بنیاد کن نکات پر رکھی گئی؟

باب 10

پاکستان اور اس کے ہمسایہ ممالک

1- ہر سوال کے دیے ہوئے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

☆ پاکستان اور بھارت کے درمیان آگرہ کانفرنس کب ہوئی؟

(الف) 2000ء (ب) 2001ء (ج) 2002ء (د) 2003ء

☆ اقتصادی تعاون کی تنظیم کا قیام کب عمل میں آیا؟

(الف) 1981ء (ب) 1983ء (ج) 1985ء (د) 1987ء

☆ پاکستان اور چین کی مشترکہ سرحد تقریباً کتنی لمبی ہے؟

(الف) 585 کلومیٹر (ب) 700 کلومیٹر (ج) 800 کلومیٹر (د) 900 کلومیٹر

☆ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا واقعہ کب پیش آیا؟

(الف) 2 مئی 2000ء (ب) 18 نومبر 2000ء (ج) 5 فروری 2001ء (د) 11 ستمبر 2001ء

☆ عوامی جمہوریہ چین کے آزاد ہونے کا سن ہے۔

(الف) 1947ء (ب) 1948ء (ج) 1949ء (د) 1950ء

☆ شاہراہ قراقرم کی تعمیر مکمل ہونے کا سن ہے۔

(الف) 1967ء (ب) 1969ء (ج) 1971ء (د) 1973ء

☆ ایران میں اسلامی انقلاب کب آیا؟

(الف) 1979ء (ب) 1983ء (ج) 1987ء (د) 1991ء

☆ پاکستان کے ساتھ 1610 کلومیٹر لمبی سرحد کس ملک کی ہے؟

(الف) افغانستان (ب) چین (ج) ایران (د) بھارت

☆ پاکستان اور بھارت کے درمیان ''سندھ طاس کا معاہدہ'' کب طے پایا؟

(الف) 1950ء (ب) 1955ء (ج) 1960ء (د) 1965ء

☆ جنوبی ایشیا کی علاقائی تعاون کی تنظیم کا نام ہے۔

(الف) سارک (ب) اسلامی کانفرنس کی تنظیم (ج) اقتصادی تعاون کی تنظیم (د) اقوام متحدہ

2- مختصر جوابات تحریر کریں۔

☆ خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟

☆ 1979ء میں روسی افواج کے افغانستان میں داخلے سے افغان عوام کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

☆ پاکستان اور بھارت کے درمیان تناؤ کو کم کرنے میں ''سارک'' کا کیا کردار ہے؟

☆ اقتصادی تعاون کی تنظیم (E.C.O) کیا ضروری اقدامات اُٹھا رہی ہے؟

☆ دفاعی میدان میں چین نے پاکستان کی کیسے مدد کی ہے؟

☆ پاکستان اور بھارت کے تعلقات کے نئے دور سے کیا پیش رفت ہوئی ہے؟

☆ پاک بھارت حالیہ کشیدگی کی وضاحت کریں۔

☆ پاکستان اور افغانستان نے مئی 2000ء میں مشترکہ کمیشن کیوں قائم کیا؟

☆ عوامی جمہوریہ چین کا تعارف بیان کریں۔

☆ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے نے افغانستان میں حالات کو کیسے تبدیل کیا؟

☆ اسلامی ملک ایران کا مختصر تعارف پیش کریں۔

☆ CPEC سے کیا مراد ہے؟